مذہبِ حنفی پر غیر مقلدوں کے بے جا الزامات کا مدلل جواب

تنویرِ محمدی

در

ردِّ مخنص شمعِ محمدی

تالیف

مولانا مفتی مظفر علی نوری

اعظم پبلیکیشنز
۴۲۲ گلی سرروالاں، مٹیا محل جامع مسجد دہلی

{ Telegram } https://t.me/pasbanehaq1

مذہب حنفی پر غیر مقلدوں کے بے جا الزامات کا مدلل جواب

تنویر محمدی

در

رد مختصر شمع محمدی

تالیف

مولانا مفتی مظفر علی نوری

استاذ الجامعہ السعدیہ للبنات قمر کالونی،

وخطیب وامام مسجد اہل قریش مومن پورہ گلبرگہ شریف

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب	:	تنویر محمدی دررد مختصر شمع محمدی
تالیف	:	مظفر علی نوری
تاریخ اشاعت	:	شوال المکرم ۱۴۳۳ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۲ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار -/1000
تقسیم کار	:	تنظیم علمائے اہل سنت دکن گلبرگہ شریف
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	سید عتیق جمال وزیر گلبرگہ

کتاب مندرجہ ذیل مقامات سے حاصل کریں

مکتبہ المصباح روبرو سید اکبر حسینی اسکول درگاہ خواجہ بندہ نواز گلبرگہ شریف

برکاتی بک ڈپو عقب خواجہ بازار، عمران گیسٹ ہاؤز گلبرگہ شریف

مکتبہ نوری روبرو سید اکبر حسینی اسکول درگاہ خواجہ بندہ نواز گلبرگہ شریف

مسجد اہل قریش قریشی چوک مومن پورہ گلبرگہ شریف

تقریظ

حضرت علامہ مولانا مفتی بدر عالم صاحب قبلہ مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور عظم گڑھ

نحمده و نصلىٰ علىٰ رسوله الكريم

تنویر محمدی رد مختصر شمع محمدی کا سرسری مطالعہ کیا یہ رسالہ ایک غیر معروف وہابی مصنف جونا گڈھی کی کتاب مختصر شمع محمدی کے رد میں لکھا گیا جس میں وہابی مصنف نے حنفی مسائل کو احادیث کریمہ کے خلاف بتایا اور عوام اہلسنت کو فریب دینے کی پوری کوشش کی اس لیے اس کتاب کا جواب اور عوام اہلسنت کی تفہیم ضروری تھی۔ اس کار خیر کے لیے گرامی قدر مولانا مظفر علی نوری صاحب نے قلم اٹھایا اور تنویر محمدی نام کا ایک تردیدی رسالہ تحریر فرمایا یہ مختصر شمع محمدی کا پردہ چاک کرنے کے لیے ایک مضبوت تحریر ہے۔ مولانا موصوف کی کتاب سے عوام اہلسنت کی غلط فہمیاں دور ہونگی ساتھ ہی جونا گڈھی کے لیے اپنی اصلاح کر کے رجوع اور توبہ کا راستہ ہموار ہوگا۔ مولانا موصوف اپنی اس علمی کاوش پر جماعت اہلسنت کی جانب سے مبارک باد کے مستحق ہیں اور عنداللہ اجر جزیل کے۔

بدر عالم مصباحی

تقریظ

حضرت علامہ مولانا کاشف رضا شاد مصباحی
دارالعلوم رضائے مصطفیٰ گلبرگہ (کرناٹک)

گرامی قدر مفتی محمد مظفر علی نوری صاحب آپ کا تعلق صوبۂ اتر پردیش کے ضلع بہرائچ شریف سے ہے۔ ایک باوقار عالم اور باصلاحیت مدرس اور بے باک خطیب ہونے کے ساتھ میدان تصنیف و تالیف میں بھی محققانہ فکر و نظر رکھتے ہیں۔ ادھر قریب دس سالوں سے آپ گلبرگہ شریف میں درس و تدریس، خطابت، دعوت و تبلیغ کے کام میں مصروف ہیں۔ اہلسنت و جماعت پر ہونے والے حملوں کا جواب زبان و قلم کے ذریعہ دیتے رہے ہیں۔ آپ کی یہ تالیف مذہب حنفی پر مولوی محمد جونا گڑھی کی جانب سے لگائے گئے بے جا الزامات کے دفاع میں ہے پوری کتاب نہ صرف تحقیقی مواد اور دلائل سے مزین ہے بلکہ انداز بیان بھی نہایت شگفتہ ہے۔

مذہب حنفی پر بے جا الزامات دھرنے کا سلسلہ قدیم ہے اور احناف کی طرف سے ان پر الزامات کا اطمینان بخش جواب دے دئے جانے کے باوجود ماحول میں کشیدگی پیدا کرنے کے لیے غیر مقلدین ان باتوں کو کتابچے، پمفلٹ وغیرہ کے ذریعے دہراتے رہتے ہیں جس

کا جواب دینا شہری سطح پر کم از کم لازم ہو جاتا ہے حال ہی میں شہر میں مولوی جونا گڑھی کی کتاب ''شمع محمدی'' کو مختصر کر کے تقسیم کی گئی جس سے ایک بے چینی کا ماحول چل پڑا تھا مفتی صاحب نے اس کتاب کا جواب تحریر فرما کر احناف کی جانب سے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔

آج کل نوجوانوں کو اپنی جانب راغب کرنے کے لیے غیر مقلدین نے یہ بھی حربہ اختیار کر رکھا ہے کہ مذہب احناف کی مؤید احادیث سے آنکھیں موند کر غیر مؤید یا متروک العمل احادیث نوجوانوں کے سامنے پیش کر کے ان کے ذہن وفکر کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہمارا نوجوان بڑی آسانی سے ان کا شکار ہو جاتا ہے۔ضرورت تھی اس بات کی کہ جن مسائل کو قوم کے سامنے پیش کر کے اسے مخالف احادیث کہہ کر مذہب احناف پر طعن کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان مسائل کے حوالے سے احادیث جمع کر دی جائیں اور غیر مؤید احادیث کی حقیقت کو بیان کر دیا جائے اس کتاب میں مفتی صاحب نے اسی کام کو بڑے حسن وخوبی سے انجام دیا ہے جس پر ہر شہری حنفی کو ممنون ہونا چاہیے۔امید کہ اس کتاب کی اشاعت سے نہ صرف ہمارے نوجوانوں کو خصوصاً دفاع کی قوت ملے گی بلکہ مذہب احناف کو مخالف حدیث کہنے اور خود کو عامل بالحدیث ہونے کا نشہ جن لوگوں کے سروں میں سمایا ہے وہ بھی اترتا نظر آئے گا۔

مفتی صاحب نے اختصار کے ساتھ ''مختصر شمع محمدی'' کا جواب قرآن وحدیث سے پیش کر کے مخالفین پر جس طرح سے معروضات قائم کئے ہیں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ مخالفین کا دل ودماغ اگر بغض وعناد سے پاک ہوگا تو وہ بات کو تسلیم کرنے سے کوئی راہ فرار نہ پا

گے۔ کتاب سے عوام واہل علم سبھی استفادہ کر سکتے ہیں کتاب کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اسے انگلش زبان میں بھی منتقل کیا جانا چاہیے تاکہ عصری تعلیم یافتہ طبقہ بھی فتنۂ غیر مقلدیت سے محفوظ رہ سکے۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ کتاب کو قبول عام وخاص بنائے اور مؤلف محترم کے قلم میں مزید قوت وطاقت بخشے اور مزید دین متین کے خدمات لے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیتہ و الثنا۔

کاشف رضا شاد مصباحی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی انجأنامن کید الکائدین والصلوٰة والسلام علیٰ من رد فساد المفسدین وعلیٰ اٰله واصحابه وعلیٰ جمیع مقلد یهم الیٰ یوم الدین

دنیا نے تجربات وحوادث کی شکل میں
جو کچھ مجھے دیا ہے وہ لوٹا رہا ہوں میں

ماہ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ بعد نماز مغرب ناچیز اپنے کمرے میں ایک کتاب کے مطالعہ میں منہمک تھا کہ اچانک میرے ایک کرم فرما مولانا اپنے ہاتھ میں ایک کتاب لئے وارد ہوئے بعد سلام کے ابھی میں ان کی مزاج پرسی میں ہی تھا کہ موصوف نے اپنے ہاتھ کی کتاب میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا پہلے اس کی خبر لیجئے میں تو آپ کے سامنے موجود ہوں، کتاب کا نام ''مختصر شمع محمدی'' کتاب کا سرورق بڑا خوبصورت اور گنبد خضرا کی تصویر سے مزین تھا ساتھ ہی کتاب کے مصنف کا نام مولانا محمد جونا گڑھی تحریر تھا پڑھ کر مجھے تعجب ہوا کہ مولانا تو اس جماعت (اہلحدیث) سے تعلق رکھتے ہیں جس کے تمام افراد ہمیشہ قرآن وحدیث سر پر رکھ کر گھومتے ہیں اور ان کی زبان لفظ قرآن وحدیث کی گردان سے تر رہتی ہے ان کی تصنیف

کردہ کتاب کے اوپر ان کی ذریت نے گنبد خضراء کی تصویر چھاپ کر اپنے پیشانی پر بدعت کا دھبہ کیسے لگا لیا مولانا جونا گڑھی کی روح تڑپ رہی ہو گی کہ جب ہم لوگ قبر پر گنبد و قبہ بنانے کو ناجائز و حرام اور بدعت سمجھتے ہیں تو آخر ہماری کتاب کے سرورق پر گنبد خضرا کی تصویر کیوں چھاپی گئی مگر میرا تعجب اس وقت بالکل رفع ہو گیا جب میں نے کتاب کا مطالعہ کیا اس لئے کہ اندرون کتاب مکر و فریب اور جھوٹ کا ایسا جال بچھایا گیا ہے کہ شیطان نے بھی سر پیٹ لیا ہو گا کہ یہ چال تو ہمیں بھی نہ سوجھی۔ گنبد خضراء کی تصویر چھاپنے کی وجہ سمجھ میں آ گئی کہ گنبد خضرا سے عقیدت رکھنے والے کم علم مسلمان اسے دیکھ کر سمجھیں گے شاید اپنی ہی جماعت کے کسی عالم کی کتاب ہے اسے پڑھیں گے اور اپنی کم علمی کی بنا پر کچھ لوگ ان کے دام فریب میں پھنس ہی جائیں گے۔

دوسرے مسلمان جب کوئی کام کرتے ہیں تو یہ بھلے مانس لوگ ان سے قرآن و حدیث سے ثبوت مانگتے ہیں صحابۂ کرام کے عمل سے دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔
''مختصر شمع محمدی'' شائع کرنے والوں اور تقسیم کرنے والوں سے کوئی مسلمان پوچھے کہ کتاب کے اوپر گنبد خضراء کی تصویر چھاپنے کا ثبوت قرآن و حدیث یا عمل صحابہ سے پیش کرو ورنہ بات بات پر دوسروں سے قرآن و حدیث اور عمل صحابہ سے ثبوت مانگنا بند کرو۔
ع۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی

کتاب ''مختصر شمع محمدی'' لکھنے کا مقصد

مذکورہ کتاب میں فقہ اور بالخصوص فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی

پوری کوشش کی گئی ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلدین کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ لوگ فقہ کو مان کر خلاف حدیث عمل کرتے ہیں۔ جونا گڑھی صاحب لکھتے ہیں۔

''ہمارے حنفی بھائی فقہ کے مسئلہ کو خلاف حدیث نہیں جانتے۔۔۔۔میں ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ حقیقت اس کے خلاف ہے' فقہ کے سینکڑوں مسائل حدیث شریف کے خلاف ہیں۔ (''مختصر شمع محمدی'' ص ۱)

حالانکہ جونا گڑھی صاحب اور انکی جماعت اہلحدیث (غیر مقلدین) کو یا تو مغالطہ ہوا ہے یا پھر دیدہ و دانستہ طور پر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیوں کہ فقہ کا کوئی مسئلہ خلاف حدیث اس وقت ہوگا جب حدیث موجود ہو اور مجتہد نے موجودہ حدیث سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنا قول و قیاس پیش کیا ہو تو یہ کہنا درست ہوگا کہ یہ مسئلہ خلاف حدیث ہے لیکن اگر کسی امر سے متعلق مختلف احادیث موجود ہوں اور کسی مجتہد یا امام نے ان مختلف احادیث میں سے ایک کو اپنا لیا اس پر عمل کیا اور دوسروں کو عمل کی تلقین کی تو کیا اس کو خلاف حدیث عمل کہا جائے گا یا حدیث کے مطابق عمل ہوا۔ اب اگر کوئی اہلحدیث یہ کہے کہ نہیں جب ایک حدیث کو نظر انداز کر کے دوسری حدیث پر عمل کیا تو حدیث کے خلاف عمل ہوا تو ہم کہیں گے اے اہلحدیثو! اگر تمہاری عقل پر پتھر نہیں پڑے ہیں تو غور کرو اس کتاب میں جونا گڑھی صاحب نے جتنی حدیثیں اپنی حمایت میں پیش کی ہیں ان سب کے خلاف دوسری حدیثیں کتب حدیث میں موجود ہیں جن پر جماعت اہل حدیث کا عمل نہیں تو کیا ہمیں بھی اختیار دیتے ہو کہ ہم بھی اعلان کریں کہ اس جماعت نے تو اپنا نام تو اہلحدیث رکھ لیا مگر عمل ان کا حدیث کے خلاف ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

بے درد حکیموں نے یہ بورڈ لگایا ہے
ہمدرد دواخانہ لاحول ولا قوۃ

حدیث وفقہ

مولانا جونا گڑھی نے کیا ہی جھوٹ گڑھا اور بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی پر فریب کوشش کی ہے قرآن کریم کی سورۂ رحمٰن کی آیت مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان ۔ ترجمہ: اس نے رواں کئے دو دریاوں کو جو آپس میں ملے ہوئے ہیں ان دونوں کے درمیان آڑ ہے آپس میں خلط ملط نہیں ہوتے ۔ مفسرین نے کہا ہے دو دریاوں سے مراد ایک میٹھا اور ایک کھاری دریا ہے ۔ جونا گڑھی نے اس آیت پر قیاس کر کے حدیث وفقہ کو علیحدہ ثابت کرنا چاہا ہے اور حدیث کو میٹھا دریا اور فقہ کو کھاری دریا کہا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں

"حدیث کی مٹھا س اس تلخی سے بہت دور ہے جو قیاس میں ہے"
("مختصر شمع محمدی" ص ۴)

مسلمانوں پہلے حدیث وفقہ اور قیاس کو سمجھ لیجئے تاکہ جونا گڑھی صاحب اور جماعت اہل حدیث (غیر مقلدین) کی دھاندلی اور چالبازی سمجھنے میں آسانی ہو سکے ۔

حدیث :۔ رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں بعض ائمہ نے صحابہ و تابعین کے قول وفعل اور تقریر کو بھی حدیث کہا ہے ۔

فقہ :۔ العلم بالاحكام الشرعية عن ادلتها التفصلية
یعنی تفصیلی دلائل کے ذریعہ احکام شرعیہ معلوم کرنا فقہ ہے ۔

شرعی دلائل جس کے ذریعہ احکام شرعیہ معلوم کئے جاتے ہیں وہ چار ہیں قرآن پاک، حدیث رسول۔ اجماع امت:۔ قیاس۔

قیاس:۔ شریعت میں کسی فرعی مسئلہ کو اصل مسئلہ سے علت اور حکم میں ملا دینا۔ مسلمان بھائیو! فقہ کی تعریف پر ایک بار پھر غور کیجئے کہ فقہ نام ہے تفصیلی دلائل کے ذریعہ شرعی احکام معلوم کرنے کا۔ اور شرعی دلائل مجتہدین نے چار بیان کی ہیں قرآن وحدیث' اجماع امت اور قیاس یعنی ان چاروں میں سے کسی ایک سے جو مسئلہ مستنبط ہو وہ فقہ ہے۔ مجتہدین کا طریقہ ہے کہ کسی مسئلہ کے اثبات کیلئے پہلے وہ قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں اگر قرآن میں مسئلے کی صراحت نہ ملے تو احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اگر احادیث میں بھی مسئلے کی صراحت نہ ملے تو صحابہ کرام کے متفقہ فیصلے کی طرف رخ کرتے ہیں اگر اس مسئلے سے متعلق صحابۂ کرام کا کوئی فیصلہ نہ ملے تو قیاس کرتے ہیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ خود فرماتے ہیں

انی اقدم العمل بالکتاب ثم بالسنۃ ثم باقضیۃ الصحابہ مقدما ماا تفقوا علی ما اختلفوا وحنیئذ اقیس (میزان الشرایعۃ الکبریٰ بحوالہ نزھتہ القاری)

ترجمہ سب سے پہلے میں کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر احادیث پر پھر صحابہ کرام کے متفقہ فیصلے پر اس کے بعد ان کے ان اقوال پر جو مختلف فیہ ہوں (اور ان میں جو قوی ہوں) پھر قیاس کرتا ہوں۔

مذکورہ بالا تشریح سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ فقہ کا مسئلہ یا تو قرآن سے متخرج ہوگا یا

حدیث سے یا صحابہ کرام کے فیصلے سے یا پھر انہیں تینوں میں سے کسی نظیر پر قیاس کیا گیا ہو گا اب ان بھلے مانس اہل حدیثوں سے کوئی پوچھے کہ فقہ قرآن وحدیث کے خلاف کیسے ہوا۔

مسلمان بھائیو! حدیث وفقہ کی مثال ایسے ہی ہے جیسے انار کا دانہ اور اسکا عرق۔ یا انگور اور اسکا شیرہ یا رائی اور اسکا تیل۔ کیا کوئی عقل سلیم رکھنے والا یہ کہے گا کہ انار کا دانہ اور اسکے عرق میں اختلاف ہے یا انگور اور اسکے شیرہ یا رائی اور اسکے تیل میں اختلاف ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو فقہ قرآن وحدیث کے خلاف نہیں بلکہ فقہ قرآن وحدیث کا مغز ہی ہے مگر جونا گڑھی صاحب سنی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے شاطرانہ حربہ کا استعمال کرتے ہوئے سورہ رحمٰن کی مذکورہ آیت کریمہ لکھ کر حدیث کو میٹھا دریا اور فقہ کو کھاری دریا قرار دے بیٹھے لیکن میں جماعت اہل حدیث سے پوچھنا چاہوں گا حدیث وفقہ کو میٹھے اور کھاری دریا پر قیاس کرنے کا حق ان کو کہاں سے مل گیا جب کہ قیاس ان لوگوں کے نزدیک جائز نہیں ہے کیوں کہ قیاس میں تلخی ہوتی ہے جیسا کہ اوپر حوالہ گذر چکا ہے۔

غیر مقلدین کی خوبصورت مکاری

جونا گڑھی صاحب مختصر شمع محمدی کے ص ۲ پر لکھتے ہیں کہ حنفی اور اہل حدیث قرآن وحدیث کے ماننے پر متفق ہیں، اسی طرح امامانِ دین، محدثین ومجتہدین کی عظمت وحرمت پر بھی ان کا اتفاق ہے۔ ذرا سا اختلاف پچھلے زمانوں میں اس بات میں ہوگیا ہے کہ آیا ائمہ دین میں سے چار اور ان چار میں سے ایک کی جملہ باتیں، تمام مسائل تقلیدی طور پر مانے جائیں یا نہیں؟ حنفیوں کی طرف سے اس کا اقرار اور اہل حدیثوں کی طرف سے انکار رہا اس اختلاف نے طول پکڑا اور حدیث کی کتابیں اور قرآن جو اس وقت تک دنیا کے اسلام کے

لئے کافی سمجھا جاتا رہا تھا ان کے علاوہ چاروں مذہب کی فقہ کی کتابیں جداگانہ مرتب ہوئیں۔

سنی مسلمانو! مذکورہ بالا سطور کو بغور پڑھئے جوناگڑھی صاحب نے قرآن وحدیث کے ماننے پر حنفیوں اور اہل حدیث کا اتفاق بتایا ہے حالانکہ حنفیوں اور اہل حدیث کے درمیان قرآن وحدیث کے ماننے میں بڑا فرق ہے۔ سنی حنفی لوگ قرآن وحدیث کی روشنی میں رسول اکرم ﷺ کو حاضر وناظر، بے مثل بشر۔ اللہ کا نور مانتے ہیں۔ ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعطائے الٰہی مطلع علی الغیب جانتے ہیں مقربانِ الٰہی کا وسیلہ جائز قرار دیتے ہیں۔ جب کہ جماعت اہل حدیث مذکورہ تمام باتوں کا انکار کرتی ہے ایسے ہی حنفی لوگ اللہ تعالیٰ کو زمان ومکان سے پاک مانتے ہیں مگر مگر اہل حدیثوں کا ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کرسی کے اوپر بیٹھا ہے جوناگڑھی صاحب نے اپنی بدعقیدگی کو چھپانے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے قرآن وحدیث کے ماننے پر اتفاق ظاہر کیا ہے۔

ایسے ہی امامانِ دین، محدثین ومجتہدین کی عظمت وحرمت پر بھی حنفیوں اور اہل حدیث کا اتفاق مانتے ہیں یہاں بھی جوناگڑھی صاحب نے مکر کا جال بچھایا ہے تاکہ لوگ ائمہ دین، محدثین ومجتہدین کی عظمت وحرمت کا ذکر سن کر نام نہاد اہل حدیثوں کو سچا اور دیانت دار سمجھ کر ان کی ہاں میں ہاں ملانا شروع کریں اور دام فریب میں آسانی سے پھنس سکیں۔

جوناگڑھی صاحب اور ان کی جماعت اہلحدیث امامانِ دین، محدثین ومجتہدین کی عظمت و حرمت کے کیسے قائل ہیں انہیں کی کتاب مختصر شمع محمدی کے حوالے سے ہی ملاحظہ فرمائیں۔

جوناگڑھی صاحب حدیث وفقہ میں فرق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حدیث کی مٹھاس اس تلخی سے بہت دور ہے جو قیاس میں ہے"

(مختصر شمع محمدی، ص ۴)

مذکورہ عبارت میں جونا گڑھی صاحب قیاس کو فقہ مان کر اس میں تلخی بتا رہے ہیں یعنی دوسرے لفظوں میں یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ ائمہ دین و مجتہدین کے قول و قیاس میں تلخی ہوتی ہے کیوں اہل حدیثو! یہی امام دین و مجتہدین کی شان و عظمت تسلیم کرنا ہے کاش جونا گڑھی صاحب امام کی تعریف کر دیتے اور امام کا مقام و مرتبہ بھی بیان کر دیتے تو کافی حد تک مسلمان ان کی گمراہ گری سے بچ جاتے مگر یہ تو ان کے مقصد کے خلاف ہوتا۔

اہل حدیثوں کے نزدیک امامان دین و مجتہدین کی عظمت و حرمت کیسی ہے اور ان پر حنفیوں اور اہلحدیث کا اتفاق کیسا ہے اسکا ایک نمونہ اور ملاحظہ کیجئے۔ جونا گڑھی صاحب لکھتے ہیں۔ ہمیں اپنے بعض بھائیوں سے یقیناً یہ شکایت ہے کہ انہوں نے اماموں سے جو برتاؤ رکھا ہے وہ ان کے درجے سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ (مزید آگے لکھتے ہیں)

"مجھے معاف رکھا جائے اگر میں کھلے لفظوں میں کہہ دوں یہ تو امام ماننا نہیں بلکہ پیغمبر ماننا ہے اور ان کا درجہ حد سے آگے بڑھا کر نبوت کی کرسی سے نبی ﷺ کو ہٹا کر اس پر انہیں بٹھا دینا ہے"۔ (مختصر شمع محمدی)

مسلمان بھائیو! جونا گڑھی کی مذکورہ بالا سطروں پر غور کیجئے انہیں اپنے بعض بھائیوں سے شکایت ہے کہ انہوں نے اماموں سے جو برتاؤ رکھا ہے وہ حد سے بڑھا ہوا ہے یہ کون بھائی ہیں ظاہر ہے یہ بھائی اہل حدیث ہو نہیں سکتے بلکہ ائمہ اربعہ کے مقلدین کو ہی کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اماموں کو ان کی حد سے بڑھا دیا ہے بلکہ کھلے لفظوں میں یہ کہہ رہے ہیں کہ

انہوں نے اماموں کو امام نہیں مانا بلکہ پیغمبر مان لیا ہے۔ معاذ اللہ اب عقل کے اندھے جونا گڑھی سے کوئی پوچھے کہ بقول تمہارے جن لوگوں نے اماموں کو پیغمبر مان لیا وہ مومن اور مسلمان رہے یا کافر ہو گئے جونا گڑھی اور اہل حدیث چونکہ اماموں کو ان کی حد سے نہیں بڑھاتے ہیں اور اماموں کو پیغمبر نہیں مانتے ہیں اسلئے پکے مومن و مسلمان ہیں اب اہلحدیث بتائیں کہ یہ مومن وکافر میں بھائی کا رشتہ قرآن کی کس آیت یا کون سی حدیث سے ثابت ہے اور امامان دین، محدثین و مجتہدین کی عظمت وحرمت پر حنفیوں اور اہل حدیثوں کا اتفاق کیسے رہا؟۔ ایسے لوگوں کیلئے کہا گیا ہے خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔ پتہ چلا کہ جونا گڑھی صاحب نے امامان دین و مجتہدین کی عظمت وحرمت پر اتفاق کا قول صرف مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ ایسے عیاروں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

جونا گڑھی صاحب کا ایک اور فریب

جونا گڑھی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ

''حدیث کی کتابیں اور قرآن جو اس وقت تک دنیائے اسلام کے لئے کافی سمجھا جاتا رہا تھا ان کے علاوہ چاروں مذہب کی فقہ کی کتابیں جداگانہ مرتب ہوئی''

(مختصر شمع محمدی ص ۳۰۲)

کتنی عیاری سے فقہائے کرام پر مخالف قرآن و حدیث ہونے کا الزام لگا دیا کہ قرآن و حدیث کی کتابیں دنیائے اسلام کیلئے کافی تھیں مگر انکے علاوہ چاروں مذہب کی فقہ کی کتابیں جداگانہ مرتب ہوئیں ہم کہتے ہیں قرآن و حدیث کل بھی رہنما تھے اور آج بھی ہیں مگر کتب فقہ جب لکھی گئیں اس وقت تک بہت سے نئے مسائل جنم لے چکے تھے اور قرآن و حدیث

میں ان کا صراحتاً ذکر نہ ملا تو فقہائے اسلام نے اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کتابیں لکھیں یہ مطلب نہیں کہ قرآن وحدیث کے خلاف تعلیم دینے کے لئے کتابیں لکھیں جیسا کہ جونا گڑھی نے ذہن وفکر دینے کی کوشش کی ہے یہ تو ائمہ مجتہدین کا احسان ہے کہ انہوں نے کتابیں لکھیں اور ان میں ایسے اصول وضوابط تحریر کئے ہیں جس سے آنے والے زمانے میں جدید مسائل کا حل تلاش کر لیا جائے گا اگر یہ ائمہ مجتہدین کا طریقہ غلط ہے جیسا کہ غیر مقلدین اہل حدیث اور جونا گڑھی بتانا چاہتے ہیں کہ فقہ کی ضرورت نہیں صرف قرآن وحدیث کافی ہیں تو ہم پوچھتے ہیں اہل حدیثو؟ یہ بتاؤ کہ تمہاری مسجدوں میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اس دور میں اذان ونماز ہوتی ہے اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں کہاں ہے اگر ہے تو ثبوت پیش کرو اور اگر نہیں ہے تو جائز سمجھ کر اسکا استعمال کرتے ہو یہ ناجائز جواز وعدم جواز کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہونا چاہئے۔ ھا تو برھا نکم ان کنتم صادقین

جونا گڑھی صاحب کی چالبازی

لکھتے ہیں۔

''اصولاً حنفی اور محمدی میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ المجتھد قد یخطئی و قد یصیب یعنی کبھی مجتہد کا اجتہاد قرآن وحدیث کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی خلاف اس اصول کے ماتحت لازمی چیز ہے کہ فقہ کے ائمہ کے مسائل کو قرآن وحدیث پر پیش کیا جائے جو موافق ہوں قبول کئے جائیں جو خلاف ہوں انہیں نا قابل عمل سمجھ کر چھوڑ دیئے جائیں'' (مختصر شمع محمدی، ص ۳)

مذکورہ بالا سطور میں جونا گڑھی صاحب نے عربی عبارت کے ترجمہ میں من مانی کیا ہے جو

بالکل غلط ہے بامحاورہ ترجمہ یہ ہے کہ مجتہد سے جو (اپنے اجتہاد میں) کبھی خطا واقع ہوتی ہے اور کبھی وہ درستگی پر ہوتا ہے مجتہد سے جو خطا اس کے اجتہاد میں کبھی واقع ہو جاتی ہے تو اس کا قرآن و حدیث کے مخالف ہونا کہاں لازم آتا ہے کیوں کہ مجتہد سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہے اگر کتاب اللہ میں صراحتاً مسئلہ مذکور نہیں تو حدیث میں دیکھتا ہے اگر حدیث شریف میں بھی صراحت نہ ملے تو صحابہ کرام کے فیصلے پر نظر ڈالتا ہے اگر وہاں بھی کوئی فیصلہ نہ ملے تو پھر مجتہد اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہے اب یہاں خطا کا امکان ہے لیکن وہ قرآن و حدیث کے خلاف ہو یہ کیا ضروری ہے اگر ایسا ہوتا تو اللہ کے نبی ﷺ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اسکی اجازت نہ دیتے چنانچہ جامع ترمذی ابواب الاحکام میں ہے

عن معاذ ان رسول الله ﷺ بعث معاذا الی الیمن فقال کیف تقضی فقال اقضی بما فی کتاب الله قال فان لم یکن فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم یکن فی سنة رسول الله ﷺ قال اجتهد رائی قال الحمد الله الذی وفق رسول رسول الله۔

ترجمہ:۔ حضرت معاذ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ کو یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا تو ارشاد فرمایا کیسے فیصلہ کرو گے عرض کیا کتاب اللہ کے مطابق آپ نے فرمایا کہ اگر وہ کتاب اللہ میں (صراحتاً) نہ ہو تو عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرونگا آپ نے فرمایا اگر وہ سنت میں بھی نہ ہو تو عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو یہ توفیق دی۔

جونا گڑھی صاحب مجتہدین کے قیاس و اجتہاد کو اپنے قیاس کی طرح سمجھ رہے ہیں حالانکہ

مجتہد سے اگر اپنے اجتہاد میں خطا بھی ہو جائے تو بھی وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے

عن ابو ہریرہ قال قال رسول الله اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حکم فاخطاء فله اجر واحد۔(ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حاکم فیصلہ کرتے وقت غور وفکر سے کام لے اور صحیح فیصلہ کرے تو اسکے لئے دو اجر ہیں اور اگر خطا ہو جائے تو اس کے لئے ایک ثواب ہے۔

حضرات غور فرمایئے کہ مجتہد کا مقام ومرتبہ کیا ہے مجتہد اگر غلطی بھی کرتا ہے تو ثواب کا مستحق ہوتا ہے مگر جونا گڑھی صاحب مجتہدین کی غلطی کو اپنی اور عوام الناس کی غلطی کی طرح سمجھ کر ان کے قول کو چھوڑنے کا سبق دے رہے ہیں جب کہ کسی مجتہد کی اجتہادی خطا کو دوسرا مجتہد ہی خطا قرار دے سکتا ہے جو علم وفضل میں پہلے والے مجتہد کے ہم پایہ ہو اب اگر کوئی مجتہد دوسرے مجتہد کے قول کو غلط ثابت کردے تو اب اس مجتہد کے قول پر عمل کیا جائے گا نہ کہ پہلے والے قول پر مگر قول مجتہد پر عمل کئے بغیر چارہ نہ ہوگا کیوں اہل حدیثو! کچھ تو بات سمجھ آئی۔

چور مچائے شور

عوام الناس میں ایک مثل (کہاوت) مشہور ہے چور مچائے شور یعنی کسی چور کو چوری کرتے ہوئے رات میں دیکھ کر کچھ لوگ شور مچاتے ہیں اور کہتے ہیں چور چور تا کہ لوگ چور کو پکڑ لیں مگر بعض چور ان سے بھی زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں وہ اپنے مکروفریب کو بروئے کار لا کر

وہ بھی عوام کے ساتھ چور چور بولنا شروع کر دیتے ہیں اب لوگ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ یہ بھی چور پکڑنے والوں میں سے ہے۔

بالکل ایسے ہی جونا گڑھی صاحب نے اپنی کتاب میں مکر وفریب کا جال بچھایا ہے اور متعدد جگہوں پر لکھا ہے کہ ہم بھی اماموں کو مانتے ہیں ان کی امامت کے قائل ہیں کہیں پر لکھا کہ ائمہ کی جناب میں گستاخی کرنے والوں کو حد سے گیا گذرا ہوا مانتے ہیں۔ یہ جونا گڑھی صاحب کا ایک رخ ہے دوسری طرف جونا گڑھی صاحب اماموں کو قرآن وحدیث کے خلاف اجتہاد کرنے والا مان کر ان کے قول کو ترک کرنے کی بات کرتے ہیں۔ تقلید شخصی میں امام کو وہ نبی ماننا بتاتے ہیں۔ یہ کھلا ہوا فریب نہیں تو کیا ہے ان کی بدعقلی تو ملاحظہ کیجئے کہ ہم پوچھتے ہیں جو شخص قرآن وحدیث کے خلاف اجتہاد کرے یہ جانتے ہوئے کہ یہ حکم قرآن و حدیث میں صراحتاً مذکور ہے تو پھر وہ امام دین کیسے ہوسکتا ہے اور اسکی امامت کو تسلیم کرنا کیسے درست ہوگا اور اگر ایسا نہیں کہ تو فقہ وقول امام کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا اور اسے ترک کا مطالبہ کرنا کیسے درست ہوگا کیوں اہل حدیثو؟ تمہارے پاس اسکا کوئی جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں ہے۔

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

دے سلفیوں کو موت پر یہ بدادا نہ دے

غیر مقلدین اہل حدیثوں سے ایک سوال

جونا گڑھی صاحب لکھتے ہیں کہ

''اہل حدیث دل سے اور کھرے دل سے اماموں کی امامت کے قائل ہیں لیکن ہاں ان کی نبوت کے قائل نہیں۔ (مختصر شمع محمدی، ص ۵)

ہم پوچھتے ہیں کہ اہل حدیثو؟ اگر تمہارے پاس کھرے دل ہیں تو یہ بتائے کہ امام کی تعریف قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا ہے اور ان کی ضرورت کیا ہے نیز ان کی امامت کی بھی تشریح کرو ساتھ ہی اسکی بھی نشاندہی کرو کون لوگ ائمہ کرام کی نبوت کے قائل ہیں۔

امام کی ضرورت

نماز پڑھانے والے امام کے متعلق امام الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے جعل الامام لیوتم به (نسائی) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس حدیث پاک میں سرکار دو عالم ﷺ نے مقصد امامت بیان کیا ہے کہ نماز میں جس شخص کو اپنا امام منتخب کرلیا جائے تو مقتدیوں پر اس امام کی پیروی لازم ہے جب امام تکبیر کہے تو مقتدی تکبیر کہیں ایسے ہی جب امام رکوع وسجدہ کرے تو مقتدی بھی رکوع وسجدہ کریں یہیں سے بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس کو امام مانا جائے اسکی پیروی لازم ہوگی اور جسکی پیروی کی جائے اسکو پہلے سچا اور دیانت دار مانا جائے گا ایسا نہیں کہ مقتدی کی سمجھ میں جو نہ آئے اسے قرآن وحدیث پر پیش کرنا شروع کردے اور جو اسے قرآن و حدیث کے موافق دکھے اس میں تو امام کی پیروی کرے اور جو قرآن وحدیث کے موافق نہ دکھے اس میں اقتدا و پیروی ترک کردے۔ کیوں اہل حدیثو! تم نماز میں ایسا کرتے ہو کہ نہیں اگر نہیں تو نماز کے باہر جسے امام مانتے ہو جیسا کہ جونا گڑھی صاحب نے لکھا ہے اسکی

پیروی کیوں نہیں کرتے ان کے قول وفعل کو سچا کیوں نہیں مانتے اسی کو تو دو رخی پالسی کہا جاتا ہے اب اگر کوئی اہل حدیث یہ کہے کہ نماز کے اندر امام کی پیروی کا حکم حدیث سے ثابت ہے اور ہم اہل حدیث ہیں اسی لئے نماز کے اندر امام کی پیروی لازم جانتے ہیں اور نماز کے باہر امام کی پیروی کا حکم حدیث سے ثابت نہیں اس لئے باہر امام کی پیروی اپنے اوپر لازم نہیں جانتے ہم کہیں گے اہل حدیثو؟ نماز کے باہر امام ماننے کا حکم قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں اگر ہے تو پھر اسکی پیروی بھی لازم ہوگی اور اگر امام ماننے کا حکم قرآن وحدیث سے ثابت نہیں تو پھر جوناگڑھی صاحب نے دعویٰ کیوں کیا؟ اسی لئے ناتا کہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے اپنے جال میں پھنسالیا جائے۔

جماعت اہل حدیث کا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض

ایک طرف تو جوناگڑھی صاحب لکھتے ہیں کہ ہم لوگ امام دین کی امامت کے قائل ہیں ان کی شان وعظمت کے معترف ہیں مگر امام شبرمہ کا اور امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کر کے قوم کو یہ دکھانا چاہ رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ دین وشریعت میں قیاس کرتے تھے اہل حدیثو! اپنے نقل کردہ واقعہ میں غور کرو امام جعفر نے سوالات کئے اور امام اعظم نے اسکے جوابات دیئے ہیں پھر اس پر امام جعفر نے جو تبصرہ کیا ہے اس سے امام اعظم کا قرآن و سنت کے خلاف قیاس کرنا کہاں ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ امام جعفر کے جتنے سوالات ہیں ان میں امام اعظم کا عمل وعقیدہ وہی ہے جو امام جعفر کا ہے اگر امام اعظم کا عمل مذکورہ صورتوں سے علیحدہ ہوتا جب یہ کہنا صحیح ہوتا کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے قرآن وسنت کے خلاف قیاس کیا ہے۔

امام جعفر کے والد محترم حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی امام اعظم کے حاسدین نے ورغلایا تھا کہ وہ احادیث کے خلاف قیاس کرتے ہیں مگر جب امام اعظم کی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تمام شکوک وشبہات رفع ہو گئے درج ذیل واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

جب امام اعظم کی ملاقات حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا ،سنا ہے تم قیاس کی بنا پر ہمارے نانا رسول کریم ﷺ کی احادیث کی مخالفت کرتے ہو؟ آپ نے عرض کی۔ یہ سراسر بہتان ہے دیکھئے عورت مرد سے کمزور ہے لیکن وراثت میں اس کا حصہ مرد سے نصف ہے اگر میں قیاس کرتا تو فتویٰ دیتا کہ عورت کو مرد سے دوگنا حصہ ملنا چاہیے۔لیکن میں ایسا نہیں کرتا۔اسی طرح نماز روزے سے افضل ہے جبکہ حائضہ عورت پر روزے کی قضا ہے نماز کی نہیں اگر میں قیاس کرتا تو حیض سے پاک ہونے والی عورت کو نماز کی قضا کا بھی حکم دیتا مگر میں حدیث کے مطابق روزے ہی کی قضا کا حکم دیتا ہوں۔ یونہی پیشاب منی سے زیادہ نجس ہے۔اس لئے اگر میں قیاس کرتا تو پیشاب کرنیوالے کو غسل کا حکم دیتا اور احتلام والے کو صرف وضو کے لئے کہتا لیکن میں احادیث کے مقابل قیاس نہیں کرتا ۔یہ سن کر امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر خوش ہوئے کہ انہوں نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا (مناقب للموفق، ص ۱۲۶ بحوالہ امام اعظم ۲۰۴)

مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ قرآن وحدیث کے خلاف قیاس نہیں کرتے تھے ہاں جب کسی امر کا ثبوت قرآن وحدیث یا اجماع صحابہ سے نہ ملتا تو قیاس فرماتے اور ایسی صورت میں یہ کام تو اہل حدیث بھی کرتے ہیں مگر قیاس سے

عداوت بھی رکھتے ہیں۔ کیوں اہل حدیثو! جب کسی بات کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں پاتے تو قیاس کرتے ہو کہ نہیں اگر کرتے ہو تو پھر امام اعظم ابوحنیفہ اوران کے مقلدین پر طعنہ زنی کیوں کرتے ہو کچھ تو خدا کا خوف رکھو۔

چاروں مذاہب برحق کیسے ہیں

ہم مقلدین یہ مانتے ہیں کہ چاروں مذاہب برحق ہیں کیوں کہ چاروں مذاہب کے مسائل قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ سے متخرج ومستنبط ہیں مگر جوناگڑھی صاحب اوران کی جماعت اہل حدیث کے حلق کے نیچے یہ بات نہیں اترتی ہے اسی لئے تو قوم کو گمراہ کرنے کیلئے لکھ مارا کہ۔

> ''اگر چاروں میں سے ہر ایک میں حق ہے تو زیادہ سے زیادہ ہر مذہب میں حق کا چوتھائی حصہ، نہ کہ پورا حق، جب ایک چوتھائی حق ہے تو یہ بھی مسلم ہے کہ ہر مذہب میں تین چوتھائی باطل ہے۔'' (مختصر شمع محمدی ص ۸)

ہم کہتے ہیں اہل حدیثو! کیا قرآن وحدیث میں اس کا ذکر ہے کہ چاروں مذاہب حق پر نہیں یا جوناگڑھی پر الہام ہوا تھا؟ اگر ایسا نہیں ہے تو یہ تمہارا قیاس ہوا کہ نہیں اور تمہیں قیاس کا یہ حق کہاں سے مل گیا کہ یہ کہو کہ چاروں میں ایک چوتھائی حصہ حق اور تین چوتھائی حصہ باطل ہے شاید شیطانی الہام ہوتا ہوگا۔

چاروں مذاہب کا برحق ہونا کیا اس طرح ثابت نہیں ہوتا ہے کہ کسی امر سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے متعدد افعال ہوں اور متعدد لوگ سرکار دوعالم ﷺ کے ایک ایک قول یا فعل کو اپنا کر عمل کریں تو کیا یہ لوگ برحق نہ ہوں گے مثلاً اگر کتا کسی برتن میں چاٹ لے تو اسکے پاک

کرنے کے متعلق حضور ﷺ کے تین قول کتب احادیث میں موجود ہیں ایک میں سات بار دھلنے کا حکم ہے ایک روایت میں آٹھ بار اور ایک روایت میں تین بار دھلنے کا حکم ملتا ہے۔ اب اگر تین مسلمان تینوں احادیث میں سے ایک پر عمل کریں تو حق پر ہوں گے یا نہیں کیوں؟ اہل حدیثو! کچھ بات سمجھ میں آئی کہ نہیں۔ کیا یہاں بھی کہو گے کہ اسلام کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا۔ چاروں مذاہب کا معاملہ بھی ایسے ہی ہے، کتے کے چاٹے ہوئے برتن کے پاک کرنے والی تینوں روایتیں ان کی اصلی بحث میں ذکر کی جائیں گی۔

اسلام کی پہلی صدی میں تقلید کیوں نہ تھی

اسلام کی پہلی صدی میں خود شارع اسلام بنفس نفیس ظاہری طور پر صحابۂ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے صحابۂ کرام بلا واسطۂ غیر شارع اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے احکام اسلامی سیکھتے تھے حضور سرور کائنات کو کسی کی تقلید کی ضرورت ہی نہ تھی کیوں کہ آپ خود امام کائنات ہیں۔ رہے صحابۂ کرام تو انہیں بھی کسی کی تقلید کی ضرورت محسوس نہ ہوئی کیوں کہ وہ براہ راست احکام ومسائل سرکار دو عالم ﷺ سے معلوم کر لیتے تھے ہاں حضور رحمت عالم ﷺ کے پردہ فرما لینے کے بعد عام صحابۂ کرام بعض مخصوص صحابۂ کرام سے مسائل دریافت فرماتے جس سے تقلید شخصی کا اشارہ ملتا ہے جیسے حضور علیہ السلام کا فرمان علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الرشدین (ترمذی ابن ماجہ) تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اس حدیث پاک کے مخاطب صحابہ کرام اور قیامت تک آنے والے مسلمان مانے جاتے ہیں تو کیا اس سے تقلید کا ثبوت نہیں ملتا ہے ایک اور حدیث پاک سے ایسا ہی ثبوت فراہم ہوتا ہے ذکر عبداللہ عند عبداللہ بن عمرو فقال

ذالك رجل لا ازال احبه بعد ما سمعت رسول الله ﷺ يقول استقرأو القرآن من اربعة من عبدالله بن مسعود فبدأ به و سالم مولى ابى حذيفة وابى ابن كعب و معاذبن جبل (بخاری ابواب المناقب) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہیں جنہیں میں اسکے بعد سے برابر محبوب رکھتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ چار آدمیوں سے قرآن سیکھو عبداللہ بن مسعود سے سرکار نے ان کا نام پہلے لیا اور ابو حذیفہ کے غلام سالم سے' ابی ابن کعب سے اور معاذ بن جبل سے۔

بخاری کی اس حدیث سے یہ بات بخوبی ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام نے عام صحابہ کرام کو یہ حکم عطا فرمایا کہ چار شخصوں سے قرآن سیکھو یہاں بھی تقلید کا اشارہ ہے کہ خود سے قرآن نہ سیکھو بلکہ مذکورہ چار حضرات کے سکھانے کے مطابق سیکھو مگر جونا گڑھی صاحب اوران کی ذریت کی زبان یہ بولتے ہوئے نہیں تھکتی کہ ہمارے لئے قرآن وحدیث کافی ہے۔اب کسی سے پڑھیں گے، سیکھیں گے تو معلم کے بتائے ہوئے طور طریقے پر سیکھیں گے اور معلم اسی طریقے پر قرآن سکھائے گا جس طرح اس نے اپنے استاذ سے سیکھا ہے اب یہی تو تقلید ہے شاید اہل حدیث لوگ کسی سے قرآن نہ سیکھتے ہوں بلکہ ان کے گھر میں پیدا ہونے والے بچے قرآن وحدیث سیکھ کر ہی پیدا ہوتے ہوں۔

جونا گڑھی صاحب لکھتے ہیں

" پھر اگر ہمارے اسلاف کا ایک سو سال کے مسلمانوں کا جن

میں تمام صحابہ اور تابعین وغیرہ تھے۔ اسلام بغیر تقلید کے پورا تھا اور اچھا تھا اور کافی تھا تو آج بھی وہی اسلام پورا ہے کافی ہے۔ کامل ہے۔ مقبول ہے جس میں تقلید پر نہ ہو“
(مختصر شمع محمدی، ص ۱۱)

مذکورہ بالا اقتباس میں جونا گڑھی صاحب نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ مسلمانوں کو ائمہ دین اور ان کے اقوال و افعال سے گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے لکھتے ہیں ایک سو سال کے مسلمانوں کا جن میں تمام صحابہ اور تابعین وغیرہ تھے۔ اسلام بغیر تقلید کے تھا۔ ہم پوچھتے ہیں عقلمندو؟ صحابۂ کرام نے تو اللہ کے رسول ﷺ سے احکام اسلامی سیکھ کر عمل پیرا رہے مگر تابعین وغیرہ نے احکام اسلامی کیسے سیکھے قرآن پاک میں تمام احکام مصرح تو ہیں نہیں اور کتب حدیث بھی موجود نہیں تھیں اب اگر اہل حدیث یہ کہیں کہ تابعین نے صحابہ سے اسلام اور اسلامی احکام سیکھے تھے تو ہم کہیں گے یہ عمل تقلید ہوا کہ نہیں پھر یہ لکھنا کہ ایک سو سال تک اسلام بغیر تقلید کے پورا تھا وغیرہ وغیرہ آج بھی وہی اسلام پورا ہے کافی ہے۔ کامل ہے۔ مقبول ہے جس میں تقلید نہ ہو صریح جھوٹ اور دھوکہ دینا ہے کہ نہیں۔ (مختصر شمع محمدی، ص ۱۱)

قرآن وحدیث میں ہی اسلام ہے

بے شک اسلام قرآن وحدیث میں ہی ہے۔ اسلام کے جملہ اسرار و رموز قرآن وحدیث میں ہیں لیکن کیا یہ بھی درست ہے کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے جملہ مسائل کی صراحت بھی قرآن وحدیث میں موجود ہے اگر کوئی اہل حدیث اسکا قائل ہے تو وہ بہت جھوٹا ہوگا اسلئے ہر مسئلے کا صراحتاً اثبات قرآن وحدیث سے نہ ہونا حدیث رسول سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب حضور علیہ السلام نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو

پوچھا تھا کہ کیسے فیصلہ کرو گے حضرت معاذ بن جبل نے جواباً کہا تھا قرآن سے پھر حدیث رسول سے حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر قرآن وحدیث میں وہ چیز نہ ملے تو عرض کیا پھر اپنی رائے قیاس سے فیصلہ کروں گا حضور علیہ السلام نے اس جواب کو پسند فرمایا اور خوشی کا اظہار کیا۔ پوری حدیث اور اسکا حوالہ ماقبل میں گذر چکا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں اہل حدیثو؟ یہ بتاؤ کہ حضرت معاذ بن جبل کا قول (اور اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا) پر حضور علیہ السلام کا اظہار خوشی کرنا اور حمد باری تعالیٰ بجالانا یہ بھی اسلامی تھا یا غیر اسلامی کیوں کہ تم آج بھی کہتے ہو ہمارے لئے قرآن وحدیث بس ہے واہ رے اہل حدیثو! تم تو حضور علیہ السلام اور صحابہ سے بھی چار قدم آگے نکل گئے وہ لوگ تو قرآن وحدیث کے بعد اجتہاد رائے کو تسلیم فرما رہے ہیں اور تم انکار کرتے ہو معاذ اللہ رب العلمین۔ معلوم ہوا جو چیز صراحتاً قرآن وحدیث میں مذکور نہ ہو اسکے بارے میں قیاس واجتہاد کرنا قرآن وحدیث کے خلاف نہیں بلکہ وہ بھی اسلام میں داخل ہے۔

ایک ہاتھ قرآن کیلئے اور ایک ہاتھ حدیث کیلئے

مسلمانوں کی کامیابی وکامرانی کا سبب بتاتے ہو جوناگڑھی صاحب نے جو گل افشانیاں کی ہیں اس میں بھی فقہ اسلامی سے بغض اور ائمہ دین سے عناد جھلک رہا ہے لکھتے ہیں

''ان کے ایک ہاتھ میں قرآن تھا دوسرے میں حدیث تھی ایک میں کلام اللہ تھا دوسرے میں کلام رسول اللہ ﷺ تھا۔ اگر یہی جواب ہے تو آج تمہارا بھی تیسرا ہاتھ نہیں جو تیسری چیز کی ضرورت ہو، ایک مٹھی میں قرآن لو دوسری میں حدیث لو۔ جب تیسرا ہاتھ پیدا ہو تب تیسری چیز پیدا کر لینا اب تو صرف قرآن وحدیث بس ہے (مختصر شمع محمدی، ص ۱۲)

مسلمانوں مذکورہ اقتباس کو بغور پڑھئے کیا جونا گڑھی صاحب یہ ثابت نہیں کرنا چاہ رہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے جو دو ہاتھ عطا فرمائے ہیں وہ اس لئے کہ ایک ہاتھ میں قرآن لو دوسرے میں حدیث اور چونکہ تیسرا ہاتھ مسلمانوں کے پاس ہے نہیں اس لئے تیسری چیز یعنی فقہ اور اقوال ائمہ دین کو اپنانے کی ضرورت نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں اہل حدیثو! یہ بتاؤ کہ قرآن کی کس آیت یا کون سی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ ایک ہاتھ قرآن کیلئے اور ایک ہاتھ حدیث کیلئے ہے اور اگر ایسا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو یہ ابلیسی خیالات اپنا کر مسلمانوں کو گمراہ کیوں کر رہے ہو۔ حدیث میں تو دونوں ہاتھوں کا استعمال کچھ اور ہی بتایا گیا ہے حدیث پاک میں ہے

قال حدثتنی حفصة زوج النبی ﷺ قالت ان النبی ﷺ کان یجعل یمینه لطعامه و شرابه وثیابه ولیجعل شماله لما سویٰ ذالك (ابو دائود حدیث ۳۲)

حارثہ ابن وہب خزاعی نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کھانے، پینے اور کپڑا پہننے کے لئے دایاں دست مبارک استعمال کیا کرتے اور ان کے سوا باقی کاموں کیلئے بایاں دست استعمال کرتے تھے۔

عن عائشة قالت کانت ید رسول الله ﷺ الیمنی لطهوره و طعامه وکانت ید ه الیسریٰ لخلائه وماکان من اذیٰ (حدیث۳۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ وضو اور کھانے کیلئے تھا اور بایاں ہاتھ آپ استنجا کرنے اور نجاست دور کرنے میں استعمال فرماتے تھے۔

دیکھا مسلمانو! دونوں ہاتھوں کا استعمال اللہ کے نبی ﷺ کس لئے کرتے تھے۔ دونوں ہاتھوں کا استعمال جس کام کے لئے حضور علیہ السلام نے کیا صحابہ کرام نے بھی ان ہی کاموں میں اپنے دونوں ہاتھوں کو استعمال کیا اور آج تک مسلمان بھی اپنے دونوں ہاتھوں کو استعمال استعمال کرتے ہیں۔ اب ان اہل حدیثوں سے کوئی پوچھے کہ جب تمہارے ایک ہاتھ میں قرآن ہے اور دوسرے میں حدیث تو دوسرے کام مثلاً کھانا پینا، پاخانہ پیشاب سے طہارت حاصل کرنا وغیرہ کس ہاتھ سے کرتے ہیں کیا ان کاموں کے لئے تمہارے پاس کوئی تیسرا ہاتھ پیدا ہو گیا ہے دونوں ہاتھوں میں قرآن وحدیث لینے کے علاوہ جس طرح تم دیگر کام وکاج کر لیتے ہو کیا اسی طرح فقہ اور اقوال ائمہ دین کو نہیں لیا جا سکتا ہے۔ ایں چہ بوالعجبی ست۔

تقلید کن مسائل میں کی جاتی ہے اور کن میں نہیں

حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شرعی مسائل تین طرح کے ہیں (۱) عقائد (۲) وہ احکام جو صراحتاً قرآن پاک یا حدیث شریف سے ثابت ہوا جتہاد کو ان میں دخل نہ ہو۔ (۳) وہ احکام جو قرآن یا حدیث سے استنباط واجتہاد کر کے نکالے جائیں۔ مزید آگے لکھتے ہیں۔ عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں صریح احکام میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں (مثلاً) پانچ نمازیں، تیس روزے، روزے میں کھانا پینا حرام ہونا۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کا ثبوت نص سے صراحتاً ہے اس لئے یہ نہ کہا جائے گا کہ نمازیں پانچ اس لئے ہیں یا روزے ایک ماہ کے اس لئے کہ فقہ اکبر میں لکھا ہے۔ یا امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے جو مسائل قرآن وحدیث یا اجماع امت سے اجتہاد واستنباط کر کے نکالے

جائیں ان میں غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے (ماخوذ از جاء الحق)

جونا گڑھی صاحب نے مقلد اور تقلید کے بارے میں اصول فقہ کی کتاب توضیح وتلویح سے جو عربی عبارت نقل کی ہے اس کا تعلق بھی مسائل شرعیہ کی تیسری قسم سے ہے یعنی قیاسی و اجتہادی مسائل میں ہی مقلد کی دلیل صرف قول امام ہوگا۔ لیکن جونا گڑھی صاحب نے عوام کو گمراہ کرنے کے لئے اسے قرآن وحدیث کا مقابل بنا دیا یہ کھلا فریب نہیں تو کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"الغرض مقلد کی دلیل صرف قول امام ہی ہے نہ کہ قرآن وحدیث"

(مختصر شمع محمدی، ص ۱۳)

جونا گڑھی کا دعویٰ جھوٹا اور پر فریب ہے

ختم مقدمہ میں جونا گڑھی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں ایک دو نہیں بیسوں مسائل حدیث شریف کے خلاف ہیں لکھتے ہیں

"حنفی بھائی جان لیں کہ فقہ حنفی کی کتابیں ایسی ہیں جیسے چونٹیوں بھرا کباب ہے اور یہ معلوم کرلیں بلکہ اپنی آنکھوں دیکھ لیں کہ ایک دو نہیں بیسوں مسائل حدیث شریف کے خلاف ہیں مثلاً حدیث میں حلال تو فقہ میں حرام ہے (مختصر شمع محمدی، ص ۱۴) جونا گڑھی نے جن فقہی مسائل کو حدیث کے خلاف بتا کر قوم کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے انہیں مسائل کو میں فقہ وحدیث کا ادنیٰ طالب علم ہونے کی حیثیت سے ثابت کرونگا کہ وہ مسائل حدیث شریف کے خلاف نہیں ہیں بلکہ احادیث طیبہ سے ثابت شدہ ہیں۔

کچھ ضروری باتیں

جن مسائل کو جاناگڑھی صاحب نے خلاف حدیث بتایا ہے اسے میں حدیث کے مطابق ثابت کروں اس سے پہلے چند ضروری باتیں سمجھ لینا ضروری ہے۔ بہت ممکن ہے جو احادیث میں پیش کروں اسے اہل حدیث ضعیف قرار دیں اس لئے کہ چند جگہوں پر جوناگڑھی نے لکھا ہے صحیح حدیث کے خلاف ہیں اور اکثر جگہوں پر مذہب حنفی کے مسائل کو حدیث کے خلاف لکھا ہے تو ہم پوچھتے ہیں اہل حدیثو! تمہارے نزدیک ضعیف حدیث حدیث ہے کہ نہیں تم کہتے ہو ہمارے لئے قرآن وحدیث کافی ہے تو پہلے یہ ثابت کرو کہ حدیث کا صحیح ہونا یا ضعیف ہونا قرآن کی کس آیت سے ثابت ہے یا پھر کسی حدیث سے ہی ثابت کر دکھاؤ۔ کیا حضور علیہ السلام نے احادیث کو صحیح اور ضعیف میں تقسیم کیا ہے یا صحابہ کرام نے احادیث کی تقسیم کی ہے کیا زمانہ اسلاف میں یعنی ایک سو سال کے اندر (بقول تمہارے جب اسلام بغیر تقلید کے کامل مکمل اور پورا تھا) حدیث کو صحیح اور ضعیف دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تمہیں بھی حدیث کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ مطلق حدیث مان لینا چاہیے تا کہ تمہارا دعویٰ صحیح ہو سکے لیکن اگر تقسیم حدیث جیسی بدعت کو گلے لگا رہے ہو تو اتنی بات اور یاد رکھو کہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے اپنے عہد میں جن احادیث کو دلیل بنایا ہے وہ ضعیف نہ تھیں کیوں کہ امام اعظم علیہ الرحمہ نے یا تو وہ حدیث کسی صحابی سے لی یا پھر تابعی سے اور صحابی اور تابعی کا ضعیف ہونا بہت مشکل ہے ہاں امام اعظم علیہ الرحمہ کی مستدل حدیثیں اگر آپ کے بعد کسی راوی کے ضعف کی وجہ سے ضعیف کرار دی جاتی ہیں تو اس میں

ضعف کا مذہب حنفی پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ لہٰذا صحیح حدیث اور ضعیف حدیث بول کر کے قوم مسلم کو گمراہ نہ کرو۔ یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ اصول حدیث کی رو سے ضعیف حدیث تعدد طرق کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے۔

☆☆☆

مذہب حنفی کے وہ مسائل

جن کو جوناگڑھی نے خلاف حدیث بتایا ہے

وہ احادیث سے ثابت شدہ ھیں سلسلہ وار ملاحظہ فرمائیں

اور جونا گڑھی اور ان کی جماعت اہل حدیث کے جھوٹ اور مکرو فریب سے آگاھی بھی حاصل کریں۔

خطبہ جمعہ کے دوران نماز کا مسئلہ

اس عنوان کے تحت جوناگڑھی صاحب نے مسلم شریف کی ایک حدیث نقل کی ''عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم وھو یخطب اذا جاء احد یوم الجمعة والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولتجوز فیھما''

یعنی رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا جب تم میں کوئی جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے

کی حالت میں آئے تو وہ دو رکعتیں پڑھ لے اور ذرا ہلکی۔ (مختصر شمع محمدی، ص ۱۶)

پھر بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث کا ترجمہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کت (کو) نہیں مانتا اور نہ ماننے کی دلیل میں مذہب حنفی کی کتاب ہدایہ اور در مختار کا حوالہ پیش کیا ہے۔ حالانکہ جونا گڑھی صاحب کا یہ جھوٹا الزام ہے کہ حنفی مذہب بخاری و مسلم کی مذکورہ حدیث کو نہیں مانتا ہدایہ اور در مختار میں کہیں بھی نہیں لکھا ہے کہ ہم مذکورہ بالا احادیث کو نہیں مانتے ہیں ہدایہ اور درمختار کا جو حوالہ جونا گڑھی نے پیش کیا ہے اس سے صرف اتنا ثابت ہے کہ مذہب حنفی کا عمل بخاری و مسلم کی نقل کردہ احادیث کے خلاف ہے ذرا بھی عقل و سمجھ رکھنے والا یہ جانتا ہے کہ کسی حدیث کو ماننا الگ بات ہے اور اس پر عمل کرنا الگ بات، ایسی ہی کسی حدیث کو نہ ماننا اور بات ہے عمل کرنا دوسری بات ہے کسی حدیث پر عمل نہ کرنے سے اس کا نا ماننا ثابت نہیں مگر جونا گڑھی صاحب نے حنفی مذہب سے بغض و عناد کی بنا پر اسے بدنام کرنے کے لئے صاف لکھ دیا کہ حنفی مذہب حدیث کو نہیں مانتا۔

وہ احادیث و آثار جن سے دوران خطبہ نماز کی ممانعت ثابت ہے

ذیل میں ہم وہ احادیث و آثار نقل کرتے ہیں جس سے ہدایہ و درمختار کی بات درست ثابت ہوتی ہے کہ خطبہ جمعہ کے دوران نماز و کلام درست نہیں ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اذا دخل احد کم المسجد والامام علی المنبر فلا صلوۃ ولا کلام حتیٰ یفرغ الا مام (طبرانی فی الکبیر)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی جب مسجد میں داخل ہو اور امام ممبر پر ہو تو جب تک امام خطبہ سے فارغ نہ ہو جائے نہ کوئی نماز پڑھے نہ کلام کرے۔

عن ابی هريره قال قال رسو ل الله ﷺ خروج الامام لصلوٰة يقطع الصلوٰة وكلا مه يقطع الكلام (بيهقى)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام کا نماز کے لئے نکلنا نماز کو روک دیتا ہے اور امام کا کلام (خطبہ) دوسرے کے کلام کو روک دیتا ہے۔

عن جابر بن عبدالله قال سعد لرجل يوم الجمعة لا صلوٰة لك فذكر ذالك الرجل للنبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ان سعد ا قال لا صلوٰة لك فقال النبى صلى الله عليه وسلم لم يا سعد قال انه تكلم وانت تخطب فقال صدق سعد (مصنف ابن ابى شيبه و بزار ' ابو يعلىٰ)

حضرت بن جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد نے جمعہ کے دن ایک آدمی سے کہا تیری نماز نہیں ہوئی تو اس آدمی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ۔ سعد نے یہ کہا ہے کہ تیری نماز نہیں ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا اے سعد تو نے ایسا کیوں کہا حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ علیک السلام (میں نے یہ بات اس لئے کہی) کہ آپ خطبہ دے رہے تھے یہ شخص گفتگو کر رہا تھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا سعد نے سچ کہا۔

کیوں اہل حدیثو !مذکورہ بالا احادیث کی رو سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خطبۂ جمعہ کے دوران نہ کوئی نماز درست ہے اور نہ کلام، کیا اب بھی کہ کہو گے کہ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے اب تو تسلیم کرلو کہ ہدایہ اور درمختار کی عبارت حدیث پاک کے مطابق ہے نہ کہ مخالف بخاری کی ایک حدیث سے بھی مذہب حنفی کی تائید ہوتی ہے۔

قال اخبر نی سعید بن المسیب ان ابا هر یر ة اخبر ه ان رسول الله ﷺ قال اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة انصت والا مام يخطب فقد لغوت

یعنی سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے دن امام کے خطبہ پڑھتے وقت کہا خاموش رہو تو تم نے لغو کام کیا

(بخا ری باب الانصات یوم الجمعته والا امام یخطب)

یہ حدیث دعوت فکر دیتی ہے کہ جمعہ کے دن دوران خطبہ اگر کسی کا ساتھی کوئی کلام کرنے لگے اور تم نے اس سے یہ کہا کہ خاموش تو تم نے لغو اور بےکار کام کیا جب کہ دوران خطبہ کلام سے روکنا یہ امر بالمعروف (اچھی بات کا حکم دینا) ہے یہ فرض ہے اب ایسے فرض کام سے دوران خطبہ اللہ کے رسول روک رہے ہیں تو خطبہ کے درمیان دو رکعت نماز پڑھنا کیسے درست ہوگا۔ ہدایہ کی بات اس حدیث سے بھی صحیح ثابت ہوتی ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو تو کوئی نماز یا کلام درست نہیں۔

صحابۂ کرام کے اقوال

اب ہم کچھ صحابہ کرام کے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ جمعہ کے درمیان کوئی نماز اور کلام درست نہیں ہے۔

عن ثعلبة بن ابی ملك القرظی قال ادركت عمر وعثمان فكان الامام اذاخرج یوم الجمعة تركنا الصلوة (مصنف ابن ابی شیبہ)

ثعلبہ بن ابی مالک قرظی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا جب امام جمعہ کے دن (خطبہ دینے) نکلتا تو ہم نماز ترک کردیتے۔

عن عطاء عن ابن عباس و ابن عمر انهما كانا يكرهان الصلوة و الكلام بعد خروج الامام (مصنف ابن ابی شیبه) یعنی عطا کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

عن هشام بن عروة عن ابیه قال اذاقعد الامام علی المنبر فلا صلوٰة (مصنف ابن ابی شیبه)

ہشام کہتے ہیں عروہ کہتے تھے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو کوئی نماز جائز نہیں۔

عن عقبة بن عامر قال الصلوٰة و الامام علی المنبر معصية (شرح معانی الا ثار)

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس وقت نماز پڑھنا گناہ ہے جب امام منبر پر ہو مذکورہ بالا آثار سے اکابر صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال معلوم ہوتے ہیں کہ وہ

حضرات خطبہ جمعہ کے درمیان نماز وکلام کو جائز نہ سمجھتے تھے کیوں اہل حدیثو! کیا مذکورہ بالا صحابہ کرام وتابعین بھی حنفی تھے اور تمہارے کہنے کے مطابق خلاف حدیث عمل کرتے تھے۔

مندرجہ بالا احادیث وآثار صحابہ سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی کہ فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ کا مسئلہ خلاف حدیث نہیں بلکہ احادیث کے مطابق ہے اور بخاری ومسلم کی وہ حدیث جسے جوناگڑھی نے پیش کیا ہے اس پر عمل منسوخ ہوگیا ہے۔

ایک رکعت وتر کا مسئلہ

وتر کے ایک رکعت ہونے سے متعلق بھی جوناگڑھی صاحب نے بخاری کی ایک حدیث نقل کی ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم صلوة اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احد کم صلی رکعة تو ترله ماقد صلی ۔

یعنی رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب صبح ہو جانے کا ڈر لگنے لگے تو ایک رکعت وتر پڑھ لے۔

یہاں بھی جوناگڑھی صاحب نے بخاری ومسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ وتر ایک رکعت ہے اور حنفی مذہب ان حدیثوں کو نہیں مانتا ہے پھر ہدایہ کا حوالہ لکھا وتر تین رکعت ہے یعنی جوناگڑھی صاحب بتا رہے ہے کہ وتر احادیث سے ایک رکعت ثابت ہے لیکن حنفی مذہب تین رکعت وتر کا قائل ہے۔ لیکن ہم ثابت کریں گے کہ تین رکعت وتر بھی احادیث

سے ثابت ہے۔ پہلے ہم جونا گڑھی صاحب کی نقل کردہ بخاری والی حدیث کے ترجمہ کی طرف لوگوں کو توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ لکھتے ہیں ''جب صبح ہو جانے کا ڈر لگنے لگے تو ایک رکعت پڑھ لے'' توترله ما قد صلی کا ترجمہ ہضم کر گئے اگر اس عبارت کا ترجمہ کرتے تو جونا گڑھی کے فریب کا پردہ فاش ہو جاتا پوری عبارت کا ترجمہ سن لیجئے ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب تم میں سے کسی کو صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت (اور) پڑھ لے جو اسکی پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دیگی۔ تو ترله ما قد صلی سے یہی ظاہر کی دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت ملا دے تا کہ اسکی پڑھی ہوئی نماز وتر (طاق) ہو جائے اس حدیث سے تو وتر کا تین رکعت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

تین رکعت وتر کا ثبوت

وتر کا تین رکعت ہونا متعدد احادیث و آثار سے ثابت ہے بخاری میں ہی حدیث ہے

حدثنا يحی بن سليمان قال حدثنی عبدالله ابن وهب قال اخبرنی عمرو بن الحارث ان عبدالرحمن ابن القاسم حدثه عن ابيه عن عبدالله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ صلوٰة الليل مثنىٰ مثنىٰ فاذا اردت ان تنصرف فاركع ركعةً تو ترلك ما صليت قال القاسم و رأينا اناسا منذ ادركنا يو ترون بثلاث وان كلا لواسع ارجوا ان لا يكون بشئی منه باس (بخاری ابواب وتر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب تم نماز سے فارغ ہونا چاہو تو ایک (مزید) پڑھ لو جو تمہاری نماز

کو وتر بنا دے گی قاسم کہتے ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا لوگوں کو تین رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا اور دونوں صورتیں میرے خیال سے جائز ہیں امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربك الا علیٰ وقل یا یھاالکا فر ون وقل ھو اللہ احد فی رکعۃ رکعۃ وفی الباب عن علی و عائشۃ وعبدالرحمن بن ابزی عن ابی بن کعب عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم (ترمذی باب ما جاء مایقرء فی الوتر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ وتر میں

" سبح اسم ربك الا علیٰ ' قل یا یھا الکافر ون اور قل ھو اللہ احد ایک ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور اس باب میں حضرت علی اور حضرت عائشہ اور عبدالرحمٰن بن ابزیٰ بواسطہ ابی ابن کعب بھی روایات مذکور ہیں۔

مذکورہ بالا بخاری و ترمذی کی احادیث سے ثابت ہے کہ وتر تین رکعت ہے ہاں بعض احادیث میں ایک کا بھی ذکر ہے لیکن کثیر صحابہ کرام کا عمل تین رکعت وتر پڑھنے پر رہا ہے اس لئے حنفی مذہب نے تین رکعت وتر کو اپنا عمل بنایا مگر جونا گڑھی صاحب نے کہیں بھی تین رکعت وتر کا ذکر نہیں کیا اور الزام لگا دیا کہ تین رکعت وتر ماننا فقہ ہے اور ایک رکعت وتر حدیث سے ثابت ہے۔

عن علی قال کا ن رسول اللہ ﷺ یو تر بثلاث (تر مذی باب ماجاء

فی الوتر بثلاث)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تین رکعت پڑھا کرتے تھے۔

عن ام المومنین الصدیقہ رضی الله عنها قالت کان رسول الله ﷺ یوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخرهن (الحاکم فی المستدرک)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے اور آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ عن انس قال الوتر ثلث رکعة (طحاوی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وتر تین رکعت ہیں۔

عن مکحول عن عمر بن الخطاب انه اوتر بثلاث رکعة لم یفصل بینهن بسلام (مصنف ابن ابی شیبه)

مکحول روایت کرتے ہیں حضرت عمر بن خطاب نے تین رکعت وتر پڑھا اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہیں کیا۔

مسلمانو! غور کرو مندرجہ بالا احادیث و آثار صحابہ سے بخوبی ثابت ہے وتر کی تین رکعت پڑھنا حضور علیہ السلام و جماعت صحابہ سے ثابت ہے مگر جونا گڑھی صاحب اسے فقہ اور حنفی مذہب بتا کر حدیث کے خلاف بتا رہے ہیں اور الزام لگا رہے ہیں کہ حنفی مذہب ایک رکعت وتر کو نہیں مانتا ہم کہتے ہیں بعض احادیث سے وتر کی پانچ رکعت بھی ثابت ہے اب بتائیے تم اہل حدیث ہو کر تین رکعت اور پانچ رکعت وتر کو کیوں نہیں مانتے بحمدہ تعالیٰ ہدایہ کا مسئلہ کی وتر تین رکعت ہے ثابت ہو گیا کہ حدیث کے خلاف نہیں بلکہ حدیث سے مزین ہے ساتھ ہی جونا گڑھی اور غیر مقلدین کا جھوٹ بھی آشکار ہو گیا قارئین ان جھوٹوں کا تصور کر

کے لعنة الله علی الکذبین کا ورد ضرور کرلیں تا کہ ان کی نحوست سے محفوظ رہیں۔

مغرب سے پہلے کی سنتوں کا مسئلہ

جوناگڑھی صاحب نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز کو سنت مانتے ہیں اور اس کے ثبوت میں انہوں نے بخاری کی ایک حدیث نقل کی ہے وہ درج ذیل ہے۔

عن عبدالله بن مغفل قال قال النبی ﷺ صلوا قبل المغرب رکعتین صلوا قبل المغرب رکعتین قال فی الثالثة لمن شاء کراهية ان یتخذ ها الناس سنة (بخاری)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مغرب کے فرضوں سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرلیا کرو، مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لیا کرو تیسری دفعہ حکم کے ساتھ ہی فرمایا جو چاہے۔ اس بات کی ناپسندیدگی کی وجہ سے کہ لوگ اسے واجب نہ بنالیں (مختصر شمع محمدی، ص ۱۸) جوناگڑھی صاحب نے اس حدیث کے ترجمہ میں بھی دھاندلی کیا ہے حدیث مذکور کا آخری جملہ بتا رہا ہے کہ یہ نماز سنت نہیں ہے حدیث شریف کا آخری جملہ ایک بار پھر ملاحظہ ہو

قال فی الثالثة لمن شاء کراهية ان یتخذ ها الناس سنة

یعنی سرکار دو عالم ﷺ نے تیسری دفعہ فرمایا جو چاہے پڑھے اس بات کی ناپسندیدگی کی وجہ سے کہ لوگ اسے سنت نہ بنالیں حدیث تو یہ بتا رہی ہے کہ لوگ اس نماز کو سنت نہ بنالیں اسی وجہ سے سرکار نے تیسری دفعہ فرمایا کہ جو چاہے پڑھے (جو چاہے نہ پڑھے) جوناگڑھی نے سنت کا ترجمہ واجب کیا ہے تا کہ ان کا مدعا ثابت ہو جائے کہ مغرب سے پہلے دو رکعت سنت ہے۔

چونکہ جونا گڑھی صاحب کی آنکھ میں کتاب ہدایہ کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے اسی لئے ہدایہ کی عبارت نقل کر کے یہ دکھا رہے ہے کہ دیکھو حنفی مذہب حدیث کو نہیں مانتا بلکہ حدیث کے خلاف حکم دیتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہدایہ میں جو لکھا ہے

ولا يتنفل بعد الغروب قبل المغرب

یعنی غروب آفتاب کے بعد مغرب کی فرض سے پہلے نفل نہ پڑھے۔ یہ خلاف حدیث ہے یا حدیث کے مطابق ہے ہم نیچے وہ احادیث نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ فرض مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنا سنت نہیں ہے۔ عن المختار بن فلفل عن انس ابن مالك قال صليت الركعين قبل المغرب على عهد رسول الله ﷺ قال قلت لانس اراكم رسول الله ﷺ قال نعم رأنا فلم يامر نا ولم ينها نا (ابو داؤد)

یعنی مختار بن فلفل سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں مختار بن فلفل نے عرض کیا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے فرمایا ہم نے دیکھا لیکن آپ نے نہ ہمیں حکم دیا اور نہ منع فرمایا۔

عن طاؤس قال سئل ابن عمر عن الركعتين قبل المغرب فقال مارأيت احداً على عهد رسول الله ﷺ يصليهما (ابو داؤد)

طاؤس سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دو رکعتیں مغرب سے پہلے پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں انہیں پڑھتے کسی کو نہیں

دیکھا

عن حماد بن ابی سلیمان انه سال ابراهم النخعی عن الصلوۃ قبل المغرب قال فنهاه عنها وقال ان رسول الله ﷺ وابا بکر و عمر لم یکونو یصلونها (نصب الرایه)

ترجمہ: حماد ابن ابی سلیمان سے مروی ہے کہ انہوں نے ابرھیم نخعی سے مغرب سے قبل نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس کو نہیں پڑھتے تھے۔

عن بریدۃ قال قال رسول الله ﷺ ان عند کل اذانین رکعتین ما خلا صلوۃ المغرب (دارقطنی)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر اذان اقامت کے درمیان دو رکعت نماز ہے سوا مغرب کی نماز کے۔

کیوں اہل حدیثو! مذکورہ بالا احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ نہیں کہ نماز مغرب سے پہلے کوئی سنت نماز نہیں ہے اب اگر مذہب حنفی کا مسئلہ ہدایہ میں بیان کیا گیا کہ نماز مغرب سے پہلے کوئی نفل نہ پڑھے تو یہ خلاف حدیث کیسے ہو گیا ہم نے جو احادیث ذکر کی ہیں وہ تمہاری نظر میں حدیث ہیں کہ نہیں اگر ہیں تو جھوٹ بولنے سے توبہ کرلو اور آئندہ نہ کہنا کہ حنفی مذہب حدیث کو نہیں مانتا بلکہ اعلان کرو کہ حنفی مذہب حدیث کے مطابق ہے۔

اکہری تکبیر کا مسئلہ

جونا گڑھی صاحب نے کلمات اقامت ایک ایک بار ہونے کو اکہری تکبیر کہہ رہے ہیں اور اس کے ثبوت میں انہوں نے بخاری شریف سے ایک حدیث نقل کی ہے اسکے علاوہ ابوداؤد نسائی، دارمی کا حوالہ بھی دے دیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ انہوں نے اس عنوان میں یہ اقرار بھی کرلیا ہے کہ ایک حدیث میں تکبیر کا دوہرا کہنا بھی ہے۔ مگر اکہری تکبیر کے بارے میں لکھے ہیں کہ

'ایک حنفی عالم غالبانہ نکلے گا جو اسے مانے ہزاروں لاکھوں حنفیوں میں سے ایک بھی اسے نہیں مانتا''

ہم کہتے ہیں یہ بھی جونا گڑھی صاحب کا جھوٹا الزام ہے کہ کوئی حنفی اکہری تکبیر والی حدیث کو نہیں مانتا ہر عالم مانتا ہے کہ اکہری تکبیر کے بارے میں حدیث ہے لیکن حنفیوں کا عمل دوہری تکبیر والی حدیث پر ہے اسی لئے ہدایہ میں لکھا ہے **والا قـامة مثل الا ذان** یعنی اقامت بھی اذان کی طرح ہے ہم بھی یہی کہہ سکتے ہیں جونا گڑھی صاحب اور دوسرے تمام اہل حدیث دوہری تکبیر والی حدیثوں کو نہیں مانتے تو کیسا لگے گا کیا جماعت اہل حدیث بیک وقت دونوں حدیث پر عمل کر سکتی ہے۔ جونا گڑھی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں تکبیر کا دوہرا کہنا بھی ہے۔ یہاں ایک حدیث کہہ کر مذہب حنفی کو کمزور ثابت کرنا چاہ رہے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ ایک نہیں بلکہ کئی ایک حدیث سے دوہری تکبیر کہنا ثابت ہے ذیل میں احادیث کریمہ ملاحظہ ہوں۔

عن عبدالله بن زید قال کان اذان رسول الله ﷺ شفعاً شفعاً فی

الا ذان والا قامة (ترمذی باب ماجاء فی ان لا قامة مثنی مثنی)
یعنی حضرت عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اذان و اقامت دو دو مرتبہ (دوہری) تھی ایک دوسری حدیث میں امام ترمذی روایت کرتے ہیں الا قامة سبع عشرة کلمة یعنی اقامت میں سترہ کلمات ہیں اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ کلمات اقامت کا سترہ ہونا اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب کلمات اقامت دو دو مرتبہ ہوں یعنی دوہری تکبیر ہوں۔

کان عبدالله بن زيد الانصاری یوذن النبی ﷺ يشفع الا ذان والا قامة (مصنف ابن ابی شیبہ) حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے سامنے اذان دیتے تھے اور اذان و اقامت میں دو بار کلمات کہتے تھے۔

ان بلالا كان يثنی الا ذان والا قامة (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲)
حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان و اقامت میں دو بار کلمات کہتے تھے۔

عن الا سود ان بلا لا كان يثنی الا ذان ويثنی الا قامة (دارقطنی)
اسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان و اقامت دوہری کہتے تھے یعنی کلمات اذان و اقامت دو دو بار کہتے تھے جو ناگرؔی صاحب نے لکھا تھا کہ ایک حدیث میں دوہری تکبیر کہنا بھی ہے تاکہ لوگ یہ یقین کرلیں کہ صرف ایک حدیث کی بنا احناف اکہری تکبیر والی حدیث کے خلاف کرتے ہیں ہم نے چند حدیثیں یہاں پیش کی ہیں ورنہ اس باب میں اور بھی احادیث مروی ہیں الحمدللہ دوہری تکبیر کا مسئلہ بھی اظهر من الشمس ہوگیا کہ کلمات اقامت کا دو دو بار کہنا احادیث کریمہ کی روشنی میں ہے۔

عورتوں کا مسجد میں جانا

جونا گڑھی صاحب نے عورتوں کا مسجد میں جانے سے متعلق بخاری شریف کی ایک حدیث نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کا مسجد میں نماز کیلئے جانا جائز ہے پھر انہوں نے ہدایہ کا حوالہ پیش کیا ہے ویکرہ لهن حضور الجماعات یعنی عورتوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں آنا مکروہ ہے پھر حنفی بھائیوں سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں بھائیو حدیث مان کر اسے جائز جانو یا فقہ پر ایمان لاکر مکروہ مانو یہاں پر بھی جونا گڑھی صاحب نے اپنے مکر کا اچھا استعمال کیا ہے تا کہ لوگ سمجھ لیں کہ عورتوں کو جماعت کے ساتھ نماز کیلئے مسجد میں آنا جو ہدایہ میں مکروہ لکھا گیا وہ حدیث کے خلاف حالانکہ صاحب ہدایہ کا قول احادیث کی روشنی میں ہے۔ بخاری کی جس حدیث کو جونا گڑھی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے ٹھیک اس سے پہلے حدیث موجود ہے،

عن عائشة رضی الله عنها قالت لو ادرك رسول الله ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المسجد (بخاری)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ عورتوں نے جو نیا ڈھنگ بنا رکھا ہے اگر رسول اللہ ﷺ اسے دیکھ لیتے تو انہیں مسجد سے ضرور روکتے۔

عن ام سلمة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ خير مساجد النساء قعر بيو تهن (رواه امام احمد و بيهقی)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کیلئے بہترین مسجد ان کے گھر کا اندرونی حصہ ہے۔ اب زروں کو انکی اچھی مساجد سے ہٹا کر

غیر اچھی (مردوں کی مساجد) مساجد میں لے جانا کون سی عقل مندی ہے اسی لئے ہدایہ میں عورتوں کو مسجد میں نماز کے لئے جانا مکروہ لکھا گیا جو احادیث کریمہ کے منشاء مرضی کے مطابق ہے۔ جونا گڑھی صاحب بھی لکھتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ ان کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ اب بتاؤ افضل کو چھوڑ غیر افضل پر عمل کرنا مستحب ہوا یا مکروہ۔

مسجد میں نماز جنازہ کا مسئلہ

جونا گڑھی نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے متعلق مسلم شریف کی ایک حدیث نقل کی ہے وہ حدیث ہم بھی یہاں نقل کر دیتے ہیں تا کہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو سکے

عن ابی سلمة بن عبدالرحمن ان عائشة لما توفی سعد ابن ابی وقاص قالت ادخلوا به المسجد حتیٰ اصلی علیه فانکر ذالك علیها فقالت واللہ لقد صلی رسول اللہ ﷺ علی ابنی بیضاء فی المسجد سهیل واخیه (مسلم)

یعنی حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے انتقال پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکا جنازہ مسجد میں لانے کو فرمایا تا کہ آپ بھی نماز جنازہ میں شرکت کریں۔ اس پر جب انکار کیا گیا تو آپ نے حدیث بیان کی کہ بیضاء کے دونوں بیٹے سہیل اور ان کے بھائی کے جنازے کی نماز رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں پڑھائی تھی۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد جونا گڑھی صاحب لکھتے ہیں کہ حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا اور ہدایہ کا حوالہ لکھتے ہیں کہ مسجد میں جنازے کی نماز با جماعت ادا نہ کی جانی چاہیے

جہاں تک مذکورہ حدیث کے ماننے کا سوال ہے تو حنفی مذہب اسے حدیث تسلیم کرتا ہے لیکن اس پر عمل سے روکتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ حنفی مذہب ایسا کیوں کرتا ہے تو اسکا جواب تو جونا گڑھی صاحب کی نقل کردہ حدیث خود ہی دے رہی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے انتقال پر حضرت عائشہ کا ان کے جنازہ کو مسجد میں لانے کا مطالبہ کرنا اور اس پر صحابہ کا انکار کرنا یہ صاف بتا رہا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا عمل ختم ہو گیا تھا اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا عمل جاری ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نہ تو جنازہ لانے کا مطالبہ کرتیں اور نہ صحابہ کرام انکار کرتے اب اگر اس حدیث کی روشنی میں مذہب حنفی بھی مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتا ہے تو اس پر حدیث کے نہ ماننے کا الزام لگانا سراسر ناانصافی ہے کیا صحابہ بھی عمل رسول ﷺ کی مخالفت کرتے تھے۔

لگے ہاتھوں ایک حدیث پاک اور ملاحظہ ہو۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علیٰ جنازۃ فی المسجد فلا شی لہ (ابو داؤد)

ایک نسخہ میں لہ کے بجائے علیہ بھی لکھا ہے اور ایک روایت میں فلا اجر لہ آیا ہے یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو اسے کچھ ثواب نہ ملے گا۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یہی حدیث فلا صلوٰۃ لہ کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے یعنی جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو اسکی نماز ہی نہیں ہوئی۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھی جائے اب تو مسئلہ واضح ہو گیا کہ ہدایہ کا مسئلہ حدیث کے خلاف نہیں بلکہ حدیث کے مطابق ہے اور جونا گڑھی صاحب

کی نقل کردہ حدیث عہد صحابہ ہی میں متروک العمل ہو چکی تھی۔

عورتوں کا عیدگاہ میں آنا

عورتوں کا نماز عید کیلئے عیدگاہ جانے سے متعلق بھی جونا گڑھی صاحب نے بخاری کی حدیث نقل کر کے عورتوں کو عیدگاہ جانے کی وکالت کی ہے اور ہدایہ کی عبارت لا کر مذہب حنفی پر طعنہ زنی کی ہے حالانکہ ہدایہ کی عبارت میں عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونے کو مکروہ لکھا ہے اسے عدم جواز سمجھنا جونا گڑھی صاحب کی کم علمی اور بے عقلی ہے اصل حکم جواز کا ہے لیکن فتنہ وفساد کے اندیشے کی وجہ سے عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ قرار دیا گیا ہے اور اسکے کراہیت کی دلیلیں وہی ہیں جو عورتوں کو مسجد میں جانے کی بحث میں بیان کی جا چکی ہیں یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ پنج وقتہ نماز جو اہم الفرائض ہیں جب انکے لئے عورتوں کو صحابہ نے مسجد میں جانے سے منع کیا ہے تو نماز عید جو کہ غیر فرض ہے اس کے لئے ہزاروں ہزار مردوں کے اژدحام میں عورتوں کے جانے کو اچھا سمجھنا کہاں کی دانشمندی ہے حضور علیہ السلام کا عہد مبارک خیر القرون کا عہد تھا جبکہ آج اشرار و بدکار لوگوں کی کثرت ہے عورتوں کی عزت وآبرو کو قدم قدم پر خطرہ لاحق ہے ایسے پرفتن ماحول میں بخاری کی حدیث جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تھا کہ ”آج عورتوں نے جو نیا ڈھنگ بنا رکھا ہے اگر حضور علیہ السلام اسے دیکھتے تو ضرور انہیں مسجد جانے سے روک دیتے“ کی اہمیت بڑھ جاتی ہے ہدایہ میں عورتوں کا عیدگاہ جانے کو مکروہ لکھنا انہی احادیث کی روشنی میں جو عورتوں کا مسجد جانے کی بحث میں درج کی گئیں قارئین وہیں ملاحظہ فرمالیں۔

قربانی کے دنوں کی گنتی

ایام قربانی احناف کے نزدیک تین ہیں یعنی دسویں، گیارھویں اور بارھویں ذی الحجہ مگر جو ناگڑھی صاحب کے نزدیک چار دن ہیں اور اسکے ثبوت کیلئے انہوں نے مسند امام احمد کی ایک حدیث نقل کی ہے۔

عن جبير ابن مطعم رضی الله عنه قال رسول الله ﷺ کل ایام التشريق ذبح

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پورے ایام تشریق قربانی کے دن ہیں۔ پھر جوناگڑھی صاحب نے ہدایہ کی عبارت نقل کی ہے وھی جائزة فی ثلثة ایام یوم النحر ویو مان بعد ہ یعنی قربانی کے تین دن ہیں دس، گیارہ اور بارہ تاریخ ذی الحجہ کی پھر لکھتے ہیں کہو حنفی بھائیو اب تمہیں کس پر اعتماد ہے قول محمد ﷺ پر یا قول امتی پر؟ ہم کہتے ہیں ہاں ہم لوگوں کو قول رسول اللہ ﷺ پر اعتماد ہے اور قول امتی پر بھی اعتماد ہے ایام قربانی کا تین دن ہونا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے۔

صرف تین دن قربانی کا ثبوت

عن نافع ان عبدالله بن عمر قال الا ضحی یو مان بعد یوم الا ضحی

(امام مالک)

یعنی نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عید الاضحیٰ کے بعد قربانی دو دن تک ہے۔ کیوں اہل حدیثو! کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بھی قول

محمد ﷺ پر اعتماد نہیں تھا جو قربانی کے ایام تین ہی بتا رہیں یا وہ حنفی ہو گئے کہو کیا خیال ہے۔

حضور علیہ السلام نے پہلے تین دن سے زیادہ تک قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا بعد میں اجازت عطا فرمائی اس ضمن میں جو احادیث مروی ہیں ان سے بھی یہی ثابت ہے کہ ایام قربانی تین ہی ہیں میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال لا یاکل احد کم من لحم اضحیۃ فو ق ثلاثة ایام وفی الباب عن عائشة وانس (ترمذی ابواب لاضاحی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے کوئی شخص اپنی قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ کھائے۔ اس باب میں حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہا سے بھی روایات مذکور ہیں۔

عن سلیمان بن بریدة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ کنت نهیتکم عن لحوم الاضحاحی فو ق ثلاث لیتسع ذو الطول علی من لا طول له فکلو اما بد الکم واطعمو ا واد خر و (ترمذی)

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد (بریدہ) سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا کرتا تھا تا کہ گنجائش والے ان لوگوں پر وسعت کریں جنہیں گنجائش نہیں بس جتنا چاہو کھاؤ، کھلاؤ اور جمع کرلو۔

مسلمانوں غور کرو۔ جونا گڑھی اور انکے متبعین بھی غور کریں کہ حضور علیہ السلام نے جب منع کیا کہ تین دن سے زیادہ تک قربانی کا گوشت نہ کھاؤ اگر قربانی چار دن ہوتی تو سرکار

عالم ﷺ چار دن سے زیادہ تک ممانعت فرماتے۔ کیا ان احادیث کریمہ سے ہدایہ اور مذہب حنفی کی تائید نہیں ہورہی ہے کہ قربانی تین ہی دن جائز ہے اور یہ ثابت ہوگیا ہم حنفیوں کو قول رسول پر اعتماد ہے اور قول امتی پر بھی۔ مگر اہل حدیثوں کو نہ تو قول رسول پر اعتماد ہے نہ ہی مسلمانوں پر۔

نابینا کی امامت کا مسئلہ

احناف کے نزدیک نابینا کی امامت جائز ہے ہاں اگر بینا یعنی آنکھ والے لائق امامت موجود ہیں تو ان کی موجودگی میں نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر بینا لوگوں کی بہ نسبت نابینا علم و فضل تقوی و طہارت میں فوقیت رکھتا ہے تو ایسی صورت میں نابینا ہی مستحق امامت ہے یہی مذہب حنفی ہے اور اسکی دلیل وہی حدیث ہے جس کو جوناگڑھی صاحب نے اس بحث میں نقل کیا ہے۔

عن انس قال استخلف رسول الله ﷺ ابن ام مکتوم یوم الناس وھو اعمیٰ (ابو داؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی جگہ پر ابن ام مکتوم کو مقرر فرمایا حالانکہ وہ نابینا تھے۔

غزوۂ تبوک کی طرف روانگی کے وقت حضور علیہ السلام نے حضرت ابن ام مکتوم کو اپنا خلیفہ بنایا جب اکابر صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے ساتھ سفر میں جارہے تھے جب تک حضور علیہ السلام مدینہ میں تشریف فرمارہتے اور دیگر صاحب علم و فضل صحابہ کی موجودگی میں انہیں امام

مقرر کرنا ثابت نہیں ہے۔

یہی مذہب حنفی ہے اور ہدایہ کی عبارت ویکرہ تقدیم ....والا عمیٰ کا یہی مطلب ہے کہ بینا علم وفضل والے کی موجودگی میں نابینا کو امامت کیلئے آگے بڑھانا مکروہ ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے ہدایہ کی عبارت سے نابینا کی امامت کو ناجائز یا خلاف حدیث سمجھنا جونا گڑھی صاحب اور جماعت اہل حدیث کا اندھا پن ہے۔ اور سفید جھوٹ ہے کہ حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا ہے۔ پھر نابینا امام کی کراہیت کا مسئلہ اثر صحابی سے بھی ثابت ہے۔

عن غالب بن هزيل قال دخلت مع سعيد بن جبير مسجداًفصلیٰ معهم فاذا امامهم اعمیٰ فجعلو ا يلو مو نه فقال سعيد من ثم كر ه عمر بن الخطاب الاما م اعمى والموذن اعمیٰ (رواه سعيد بن منصو ر)

غالب بن ہزیل روایت کرتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں گیا پھر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی گئی نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا امام نابینا ہے لوگ اس امام کی ملامت کرنے لگے تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکروہ قرار دیا کہ امام اور موذن نابینا ہو۔ اب کہو اہل حدیثو! کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تمہاری بیان کردہ حدیث کی مخالف کرتے تھے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر مذہب حنفی کو کیوں مخالف حدیث کہتے ہو کچھ تو شرم کرو۔

مردہ مچھلی کا مسئلہ

سمندر کے مردہ مچھلی کے بارے میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ وہ مچھلی جس کو سمندر باہر پھینک دے اسکا کھانا جائز ہے اور جو مچھلی سمندر میں اپنی طبعی موت مرجائے اسکا کھانا مکروہ

ہے یہی مسئلہ ہدایہ میں بیان کیا گیا ہے لیکن جونا گڑھی صاحب کو ہدایہ سے حد درجہ چڑھ ہے اسی لئے ایک حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں کہ حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہدایہ میں لکھا گیا مسئلہ کہاں تک صحیح ہے یہ تو ہم بعد مین بیان کریں گے پہلے ہم جونا گڑھی صاحب اور تمام اہل حدیث سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا عمل تمہاری بیان کردہ حدیث (هو الطهور مائه والحل ميتته ۔یعنی سمندر کے بارے میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اس کا پانی پاک ہے اور اسکا مردہ حلال ہے) پر کہاں تک ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان کہ سمندر کا مردہ حلال ہے اس میں مردہ کی تخصیص نہیں ہے مچھلی کے علاوہ سمندر کے تمام مردہ مثلا مرا ہوا مینڈک یا کچھوا اور دیگر کیڑے کیا انہیں حلال سمجھ کر تم لوگ کھاتے ہو اگر ہاں تو پھر اسکا اعلان کرو تا کہ مسلمانوں کو تمہاری مردہ خوری و حرام خوری کا واضح طور پر علم ہو جائے اور اگر تمام مردے سمندر کے حلال نہیں مانتے ہو تو پھر تمہارا عمل مذکورہ حدیث کے خلاف ہوا اب اسی کا اعلان کر دو کہ ہم ہر حدیث کو نہیں مانتے بلکہ جو حدیث ہماری طبیعت کے مطابق ہوتی ہے اسکو مانتے ہیں۔

اب سمندر میں مری ہوئی مچھلی کے مکروہ ہونے کا مسئلہ جو ہدایہ میں لکھا ہے اسکے درست اور برحق ہونے کے متعلق ایک حدیث شریف تحریر کر دیتا ہوں تا کہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ ہدایہ میں مذہب حنفی کا بیان کردہ مسئلہ غلط نہیں بلکہ حدیث شریف کے مطابق ہے

عن جابر بن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ ما القى البحر او جزر عنه فكلوه و مامات فيه و طفا فلا تاكلوه (ابو داؤد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مچھلی

کوسمندر پھینک دے یا جس سے سمندر ہٹ جائے اس کو کھالو اور جو سمندر میں مر کر پانی کے اوپر آجائے اسکو مت کھاؤ۔ معلوم ہوا مذہب حنفی کا مسئلہ ہدایہ میں حدیث کو مان کر ہی لکھا گیا ہے۔

کتے کے جھوٹے برتن کا مسئلہ

کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے سلسلے میں مذہب حنفی یہ ہے کہ جس طرح دوسری نجس چیزیں تین مرتبہ پاک کرنے سے پاک ہوتی ہیں ایسے ہی کتے کا جھوٹا برتن بھی تین مرتبہ پاک کرنے سے پاک ہو جائے گا یہی مسئلہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ

(یغسل الا ناء من ولو غه ثلثا؛

یعنی کتے کے جھوٹے برتن کو تین دفعہ دھویا جائے۔ تین بار کا دھونا بھی حدیث سے ثابت ہے۔ کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے سے متعلق تین طرح کی حدیثیں کتب احادیث میں ملتی ہیں۔ ابوداؤد و مسلم میں دو طرح کی روایتیں مذکور ہیں ایک میں سات بار دھلنے کا ذکر ہے اور یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے دوسری ابن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں سات بار دھلنے کے بعد آٹھویں بار مٹی سے مانجنے کا حکم ہے تیسری یہ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عـن ابی هر یرة قال اذا ولغ الکلب فی الا ناء اهراقه و غسله ثلا ث مر اة-(دارقطنی بیهقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو برتن میں

موجود چیز کو پھینک دو اور برتن کو تین مرتبہ دھولو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں تین بار یا پانچ بار یا سات بار دھلنے کا ذکر آیا ہے۔

عن ابو هريرة عن النبى ﷺ فى الكلب يلغ فى الا ناء انه يغسله ثلثا او خمسا او سبعاً (دارقطنى)

مگر جونا گڑھی صاحب نے ایک حدیث نقل کرنے کے بعد (جس میں سات مرتبہ دھلنے کا ذکر آیا ہے) مذہب حنفی پر حدیث نہ ماننے کا الزام لگا دیا ہم کہتے جونا گڑھی اور اہل حدیث اس سلسلے میں بھی دو حدیثوں کو نہیں مانتے ہیں کیوں کہ سات بار دھلنے والی حدیث پر عمل کرنے سے آٹھ بار اور تین بار دھلنے والی حدیثیں چھوٹ جاتی ہیں معلوم ہو گیا کہ ہدایہ میں لکھا ہوا مذہب حنفی کا مسئلہ خلاف حدیث نہیں بلکہ حدیث کے مطابق ہے اور اہل حدیثوں کا الزام حنفیوں پر بے بنیاد اور جھوٹا ہے۔

نیت تیمم کا مسئلہ

اس مسئلے میں تو جونا گڑھی صاحب نے جھوٹ اور بد دیانتی اور اپنی کم عقلی کا پورا پورا ثبوت دیا ہے یا تو انہوں نے ہدایہ میں تیمم کا مسئلہ پورا پڑھا نہیں ہے یا پھر جان بوجھ کر کذب بیانی سے کام لیا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے کیوں کہ جونا گڑھی صاحب نے ھدایہ کی عبارت جہاں سے نقل کہ ہے اس سے ایک سطر اوپر ہی لکھا ہے۔

والنيتهة فرض فى التيمم۔

یعنی تیمم میں نیت فرض ہے۔لیکن یہ عبارت ان کونظر نہ آئی دوسری خیانت یہ بھی کیا ہے کہ ہدایہ میں تیمم کے سلسلے میں جومسئلہ بیان کیا گیا ہے اسکی آدھی عبارت نقل کی گئی ہے جس سے مسئلہ مبہم ہوگیا ہے پوری عبارت اس طرح ہے

ثم اذ انوی الطهارة او استباحة الصلوٰة اجزاته ولا يشرط نية التيمم للحدث او للجنابة۔

پھر جب طہارت یا نماز جائز ہونے کی نیت کرلے تو اسکے لئے یہ کافی ہے اور حدث یا جنابت کے تیمم کی نیت شرط نہیں ہے۔کیوں کہ حدث یا جنابت کے تیمم کی نیت سے مقصد طہارت حاصل کرنا ہی ہوتا ہے اور یہ نیت پہلے ہی کرلی گئی تو پھر الگ الگ حدث یا جنابت کے تیمم کی نیت کی ضرورت نہیں رہ گئی۔مگر یہ بات جوناگڑھی صاحب کی سمجھ میں نہ آئی اور ہدایہ میں مذکورہ مسئلے کوحدیث انما الا عمال بالنیات کے مخالف سمجھ بیٹھے۔

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے سلفیوں کوموت پر یہ بدادا نہ دے

ولی نکاح کا مسئلہ

ولی نکاح کے بارے میں مذہب حنفی یہ ہے کہ وينعقد نكاح الحرة العاقله البالغة بر ضا ها وان لم يعقد عليها ولی (ہدایہ) یعنی آزاد عقلمند بالغہ عورت کا نکاح اسکی رضامندی سے بغیر ولی کی اجازت کے بھی ہوجاتا ہے۔مگر جوناگڑھی صاحب

ابوداؤد کی ایک حدیث۔قال لا نکلاح الا بولی۔ رسول اللہﷺ فرماتے ہیں کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں۔ بیان کر کے مذہب حنفی کے مذکورہ بالا مسئلہ کو خلاف حدیث بتا کر غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں

''بھائیو کوفے کا فیصلہ مانو کے یا مدینے کی''؟

ہم کہتے ہیں یقیناً مدینے کی مانیں گے اور مذہب حنفی کا مذکورہ مسئلہ مدینے کی مان کر ہی لکھا گیا ہے۔اب ہم مدینے والے آقا کا فرمان پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بغیر ولی کے بھی نکاح ہو جاتا ہے۔

ان ابا ھریرۃ حد ثھم ان النبی ﷺ قال لا تنکح الا یم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا کہ بیوہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری (بالغہ) کا نکاح بھی اسکی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال الا یم احق بنفسھا من ولیھا تستاذن فی نفسھا (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا بالغہ عورت اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے۔اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ بالغہ عورت جب اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حقدار ہے تو اپنا نکاح بھی اپنی مرضی سے بغیر ولی کی اجازت کے کر سکتی ہے۔

عن ابی سلمة بن عبدالرحمن قال جاءت امرأة الی النبی ﷺ فقالت یا رسول الله ان عم ولدی خطبنی فرده ابی وزوجنی وانا کارهة قال فدعا اباها فسأله عن ذالك فقال انی انکحتها ولم آل ماخیر فقال رسول الله ﷺ لا نکاح فانکحی من شئت (مصنف ابن ابی شیبه)

حضرت ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک عورت نے آکر عرض کیا میرے بیٹے کے چچا (دیور) نے مجھے نکاح کا پیغام دیا اور میرے باپ نے اس کو مسترد کر دیا اور میرا نکاح وہاں کر دیا جہاں مجھے پسند نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے باپ کو بلایا اور اس سے یہ معاملہ دریافت فرمایا تو اسکے باپ نے کہا میں نے اس کے نکاح میں کسی بہتر کو ترک نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ نکاح نہیں ہوا اور (اس عورت سے کہا) جاؤ جہاں چاہو نکاح کرلو۔

اس حدیث پاک سے بھی ظاہر ہے کہ بالغہ عورت جہاں چاہے اپنی مرضی سے بغیر ولی کی اجازت کے نکاح کرسکتی ہے۔ بتاؤ اہل حدیثو! یہ باتیں مدینے والی کی ہیں یا کسی امریکہ و افریقہ یا ہندوستان والے کی ہیں۔ مذکورہ بالا احادیث کریمہ سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ ہدایہ میں جو مسئلہ لکھا ہے وہ دراصل مدینے والے آقا کا ہی فرمان ہے۔

عورتوں کو عورتوں کی امامت کا مسئلہ

مذہب حنفی میں صرف عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ کہا گیا ہے ناجائز نہیں اسی لئے ہدایہ میں یکرہ (مکروہ) کا لفظ لکھا ہے اگر مذہب حنفی کے نزدیک ناجائز ہوتا تو صاحب

ہدایہ یکرہ کے بجائے لایجوز لکھتے لیکن یہ بات جوناگڑھی صاحب نہ سمجھ سکے اور الزام لگادیا کہ حنفی مذہب ان حدیثوں کو نہیں مانتا جس میں ام ورقہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی امامت کا تذکرہ ہے ہم کہتے ہیں مذہب حنفی ان حدیثوں کو مانتا ہے ضرور مانتا ہے جبھی تو مکروہ کہتے ہیں ورنہ واضح طور پر ناجائز کہتے، رہا مکروہ کہنے کی وجہ تو یہ ہے کہ عورتوں کی امام مقتدیہ عورتوں کے درمیان کھڑی ہوگی اور یہ منصب امامت کے خلاف ہے اس لئے کہ امام کا مقام و منصب مقتدیوں سے آگے ہے نہ کہ درمیان میں اور یہ چیز لفظ امام سے ہی ظاہر ہے اسی لئے مکروہ لکھا گیا ہے ورنہ اصل حکم جواز ہی کا ہے اگر مردوں اور عورتوں کے امام کا حکم ایک ہوتا تو عورت کو بھی یہ اجازت ہوتی کہ وہ مردوں کی امامت کرے جس طرح مردوں کیلئے عورتوں کی امامت کرنا جائز ہے۔

بچوں کی امامت کا مسئلہ

مذہب حنفی میں بچوں اور عورتوں کے پیچھے فرض نماز میں مردوں کی نماز جائز نہیں ہے یہ مسئلہ ہدایہ میں مذکور ہے مگر جوناگڑھی صاحب نے عمرو بن سلمہ والی حدیث پیش کی اور اس سے بچوں کی امامت جائز ثابت کررہے ہیں اگر جوناگڑھی صاحب عمرو ابن سلمہ والی مکمل حدیث نقل کردیتے تو پڑھنے والوں کو اچھی طرح سمجھ میں آجاتا کہ کسی بچے کی امامت کا حشر کیا ہوتا ہے۔ ہم ابوداؤد کے حوالہ سے عمرو بن سلمہ والی حدیث کا مکمل ترجمہ پیش کردیتے ہیں تاکہ مسئلے کا سمجھنا آسان ہوجائے

"حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم ایسی جگہ پر آباد تھے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جانے والے ہمارے پاس سے گزرا کرتے۔ جب وہ واپس لوٹتے

ہوئے ہمارے پاس سے گذرتے تو ہمیں بتاتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ آیتیں بتائی ہیں میں ذہین لڑکا تھا اس لئے میں نے کافی قرآن مجید زبانی یاد کرلیا تھا۔ میرے والد اپنی قوم کا ایک وفد لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے نماز سکھائی اور فرمایا کہ تمہاری امامت وہ کرے جو زیادہ قاری ہو تو حفظ کرنے کے باعث میں قرآن زیادہ جانتا تھا لہٰذا لوگوں نے مجھے آگے کردیا تو میں امامت کرتا تھا میرے اوپر ایک چھوٹی سی چادر ہوتی چنانچہ جب میں سجدہ کرتا تو میرا ستر کھل جاتا، قبیلے کی عورتوں میں سے ایک نے کہا اپنے قاری کا ستر تو ہم سے چھپالیجئے پس لوگوں نے میرے لئے عمانی قمیص خرید دی، اسلام لانے کے بعد اتنا میں کسی اور بات پر خوش نہیں ہوا۔ میں امامت کرتا اور میری عمر سات یا آٹھ سال کی تھی (ابو داؤد من احق بالامامة)"

اس حدیث پاک سے چند باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں۔ (۱) حضرت عمرو ابن سلمہ ایسی جگہ کے رہنے والے تھے جہاں انکے علاوہ کوئی اچھا قرآن پڑھنا نہیں جانتا تھا (۲) عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے امام بنانے کا حکم نہیں دیا بلکہ ان کے قبیلے کے لوگوں نے بنایا تھا۔ (۳) حضرت عمرو بن سلمہ جب سجدہ میں جاتے تو ستر کھل جاتا (۴) حضرت عمر بن سلمہ کی عمر سات یا آٹھ سال کی تھی۔

عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے والد اور انکے قبیلے کے لوگوں نے حضور ﷺ کے فرمان "تم میں امامت وہ کرے جو زیادہ قاری ہو" پر قیاس کیا اور عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنا امام بنالیا لوگوں نے یہ نہ سمجھا کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان بالغ مردوں کیلئے ہے جن پر نماز فرض ہے۔ نا

بالغوں کے بارے میں نہیں۔ نابالغ بچے پر تو نماز ہی فرض نہیں وہ دوسروں کی فرض نماز کی امامت کیسے کریگا۔ کتب احادیث میں یہ بات کہیں نہیں ملتی کہ رسول اللہ ﷺ نے نابالغ بچوں کی امامت کا حکم فرمایا ہو بلکہ اثر صحابہ وحدیث سے نابالغ بچوں کی امامت کی ممانعت ثابت ہے عن ابن عباس قال نها نا امير المومنين بن الخطاب ...و نهانا ان يومنا الا المحتلم ۔ (رواہ ابن ابی داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ ہماری امامت بالغ ہی کرے۔

عن على المرتضىٰ كرم الله وجهه قال قال رسول الله ﷺ لا تقدموا سفها ئكم و صبيانكم فى صلوٰتكم (رواه الديلمى)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بے وقوفوں اور بچوں کو امامت کے لئے آگے نہ بڑھاؤ۔

کیوں اہل حدیثو اب تو کچھ سمجھ میں آنا چاہیے بچوں کی امامت سے اکابر صحابہ کرام منع فرماتے ہیں اور تم اسے جائز بتاتے ہو کیا تم لوگ حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ سمجھدار ہو گئے ہو اور اگر تمہاری ضد ہے کہ نہیں ہم حضرت عمرو بن سلمہ کی حدیث ہی کو مانیں گے حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نہیں مانیں گے تو ہم کہیں گے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ بھی تو ہے کہ سجدہ کی حالت میں ان کی ستر کھل جاتی تھی اور ایک عورت نے دیکھ کر کہا کہ اپنے قاری کی ستر تو چھپاؤ۔ تم بھی اپنے محلہ کے بچوں کو امام بناؤ اور اپنی عورتوں کو ان بچوں کے ستر واشگاف کی روزانہ زیارت کراؤ کیوں کہ تمہارے نزدیک آج بھی

عورتوں کو مسجد لے جانا سنت اور باعث ثواب ہے۔ مذکورہ بالا اثر و حدیث سے ثابت ہوا کہ ہدایہ کی عبارت حدیث کے مطابق ہے خلاف حدیث نہیں۔

ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ

مذہب حنفی میں چار رکعت والی فرض نماز کے پہلی دو رکعت میں مطلقاً قرأت فرض ہے اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے جو حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحہ الکتاب سے ثابت ہے یعنی حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز (کامل) نہیں، رہی آخری دو رکعتیں تو اس میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا بطور قرأت فرض نہیں ہے اسی مسئلے کو ہدایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ

وهو مخير فبالا خرين معناه ان شاء سكت وان شاء قرأوان شاء سبح

یعنی فرض کی آخری دو رکعتوں نماز پڑھنے والوں کو اختیار ہے اگر چاہے تو چپ کھڑا رہے اگر چاہے پڑھے اگر چاہے تو سبحان اللہ کہے۔ اسکے بعد ہدایہ میں لکھا ہے

الا ان الا فضل ان یقرأ

مگر افضل یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھے مگر جوناگڑھی صاحب نے اس عبارت کو چھپالیا تاکہ مذہب حنفی پر انگشت نمائی کا موقع مل سکے۔ حضور ﷺ آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ لیکن حضور ﷺ کا آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا بطور قرأت فرض نہیں تھا کیوں کہ جن رکعتوں میں سرکار دو عالم ﷺ بطور فرض قرأت کرتے اس میں سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورہ بھی کرتے تھے لہٰذا چار رکعت والی فرض نماز کے آخری دو رکعتوں میں حضور ﷺ کا بغیر

ضم سورہ کے سورۂ فاتحہ پڑھنا بطور قرأت فرض نہیں بلکہ بطور جواز و سنت تھا۔ اسی لئے ہدایہ میں لکھا گیا کہ آخری دو رکعتوں میں پڑھنے والا مختار ہے چاہے تو چپ رہے اور چپ رہنا صرف بطور جواز ہے مگر بہتر نہیں بہتر و افضل سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہے۔ اب جونا گڑھی صاحب کا اسے خلاف حدیث بتانا نادانی ہے اگر حدیث کو نہ مانتے تو سورۂ فاتحہ پڑھنے کو افضل کیوں لکھتے۔ رہا جونا گڑھی کا لکھنا کہ "حدیث کی رو سے کسی نماز کی کوئی رکعت بغیر الحمد شریف پڑھے نہیں ہوتی" یہ ان کا قیاس ہے قول رسول ﷺ یا قول صحابہ نہیں، معلوم ہوا کہ ہدایہ کا مسئلہ اپنی جگہ درست اور مطابق حدیث ہے چونکہ حضور ﷺ آخری دو رکعتوں میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اسی لئے ہم بھی کہتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا افضل ہے۔

فرض نماز کی اقامت کے بعد سنتوں کا مسئلہ

مذہب حنفی میں فرض نماز کی اقامت ہو جانے کے بعد کوئی سنت پڑھنا شروع کرنا درست نہیں ہے ہاں نماز فجر میں اگر اقامت ہو گئی ہو اور کسی نے سنت فجر نہیں پڑھی ہے تو اگر یقین ہو کہ وہ آخری رکعت پالے گا تو دو رکعت سنت فجر پڑھ لے یہ عمل صحابہ سے ثابت ہے اور یہی مسئلہ ہدایہ میں مذکور ہے جس کا حوالہ جونا گڑھی صاحب نے دیا ہے۔ جونا گڑھی صاحب نے مسلم شریف کی ایک حدیث نقل کی ہے جس کا ترجمہ ہے کہ جب فرض نماز کی اقامت ہو جائے پھر سوائے اسی فرض کے اور کوئی نماز نہیں ہے اس حدیث کی رو سے ہدایہ کے مسئلہ کو انہوں نے خلاف حدیث بتایا ہے، ہم پوچھتے ہیں کیا وہ صحابہ کرام خلاف حدیث عمل کرتے تھے یا حنفی ہو گئے تھے جنہوں نے نماز فجر کی اقامت ہو جانے کے بعد بھی سنت فجر ادا کیا ہے۔

عن ابی مجلز قال دخلت المسجد فی صلوٰۃ الغداۃ مع ابن عمر و ابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل الصف واما ابن عباس فصلی رکعتیں ثم دخل مع الامام فلما سلمہ الامام قعد ابن عمر مکانہ حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتیں (طحاوی)

ابومجلز بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز فجر کے لئے مسجد میں داخل ہوا جب کہ امام نماز پڑھا رہا تھا۔ حضرت ابن عمر تو جماعت میں شامل ہو گئے اور حضرت ابن عباس نے دو رکعت سنت پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہوئے امام کے سلام پھیرنے کے بعد حضرت ابن عمر اپنی جگہ بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اس کے بعد حضرت ابن عمر نے دو رکعت سنت پڑھیں۔

عن ابی عبید اللہ عن ابی الدرداء کان یدخل المسجد و الناس صفوف فی صلوٰۃ الفجر فیصلی الرکعتیں فی ناحیۃ المسجد ثم یدخل مع القوم فی الصلوٰۃ (شرح معانی الآثار)

ابوعبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے جب کہ صبح کی جماعت کھڑی ہوئی تھی انہوں نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعت سنت پڑھی پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہوئے۔

کیوں اہل حدیثو! کیا مذکورہ صحابۂ کرام خلاف حدیث عمل کرتے تھے اگر ایسا نہیں ہے تو حنفیوں پر سنت فجر کے بارے میں خلاف حدیث ہونے کا الزام کیوں لگاتے ہو ہم بھی

حدیث پاک کی رو سے اقامت فرض ہو جانے کے بعد دیگر نمازوں میں سنت پڑھنے کو درست نہیں سمجھتے ہیں لیکن چونکہ سنت فجر کی اہمیت زیادہ ہے اسی لئے بہت سے صحابہ کرام فجر کی اقامت فرض ہو جانے کے بعد بھی سنت فجر پڑھتے تھے انہیں کی اتباع کرتے ہوئے مذہب حنفی بھی اجازت دیتا ہے۔ نماز فجر کے فرض کی اقامت ہو جانے کے بعد بھی سنت فجر پڑھ لی جائے۔ سنت فجر کی اہمیت سے متعلق دو حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔

عن ام المو منین الصدیقه رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ رکعتاالفجر احب الّی من الدنیا جمیعا (رواه الامام احمد)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فجر کی دو رکعت (سنت) مجھے پوری دنیا سے عزیز ہے۔ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور حدیث مروی ہے انہوں نے کہا کہ

"قال رسول الله ﷺ رکعت الفجر خیر من الدنیا وما فیها (مسلم و ترمذی)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فجر کی دو رکعت سنت دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر۔

صبح کی قضا شدہ سنتوں کا مسئلہ

فجر کی دو رکعت سنت کے بارے میں مذہب حنفی یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے کوئی شخص سنت فجر فرض سے پہلے نہ پڑھ سکا تو فرض کے بعد نہ پڑھے بلکہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے یہی مسئلہ ہدایہ میں لکھا ہے لیکن جوناگڑھی صاحب ابوداؤد کی ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے

ہیں کہ حنفی مذہب اسے نہیں مانتا۔

ہم کہتے ہیں کہ ہدایہ کا مسئلہ حدیث مان کر ہی لکھا گیا ہے ترمذی شریف میں حدیث موجود ہے۔

عن ابن عباس قال سمعت غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ منهم عمر بن الخطاب وکان من احبهم الی ان رسول الله ﷺ نهیٰ عن الصلوٰة بعد الفجر حتی تطلع (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے کئی صحابہ کرام جن میں حضرت عمر بن خطاب بھی ہیں اور میرے نزدیک بہت محبوب ہیں، سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔اس باب میں حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کئی صحابہ کرام کی حدیث مروی ہے۔

عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ لا صلوٰة بعد الصبح حتی تطلع الشمس (راوه الطبرانی فی المعجم الکبیر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبح کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک کہ سورج طلوع نہ ہو جائے۔

اب بتاؤ اہل حدیثو! مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کو تم کیوں نہیں مانتے ؟ کیا ان حدیثوں کے راویوں پر بھی خلاف حدیث ہونے کا الزام لگاؤ گے اگر ایسا نہیں تو پھر حنفیوں پر کیوں الزام لگاتے ہو پتہ چلا کہ مذہب حنفی کی کتاب ہدایہ کا مسئلہ حدیث کے مطابق ہے اور اہل

حدیث پکے جھوٹے ہیں۔لعنة الله علی الکاذبین

حلالہ کامسئلہ

مذہب حنفی کا قرآن وحدیث سے ثابت شدہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی عورت کواسکا شوہر تین طلاق دیدے تو وہ عورت نکاح سے بالکلیہ باہر ہو جائے گی لیکن اگر تین طلاق کے بعد پھر وہ دونوں ایک ساتھ رہنا چاہیں تو حکم یہ ہے کہ وہ عورت دوسرے شوہر سے نکاح کرے بغیر کسی شرط کے پھر شوہر ثانی اپنی مرضی سے طلاق دیدے یا انتقال کر جائے تو یہ عورت عدت گذارنے کے بعد پھر پہلے والے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے قرآن پاک میں

فان طلقها فلا تحل له من بعد جتیٰ تنکح زوجا غیر ہ۔

یعنی پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے(کنز الایمان)

حدیث شریف میں ہے۔

عن عائشه قالت جاء ت امر أة رفاعة القرظی الیٰ رسول الله ﷺ فقالت انی کنت عندر فاعة فطلقنی فبت طلاقی فتز وجت بعده عبدالرحمن بن الزبیر وما معه الا مثل هدبة الثوب فقال اترید ان ترجع الیٰ رفاعة قالت نعم قال لا حتیٰ تذوقی عسیلته و یذوق عسیلتك (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئی کہ میں رفاعہ کے پاس تھی تو انہوں نے مجھے تین

طلاق دے دی پھر میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے شادی کر لی۔اوران کے پاس نہیں ہے مگر کپڑے کے پھندے کی طرح فرمایا کیا تم رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہو عرض کی ہاں۔ فرمایا یہ نہیں ہوگا جب تک کہ تم اسکا اور وہ تمہارا ذائقہ نہ چکھ لے۔ مذکورہ بالا آیت قرآنیہ اور حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث میں حلالہ کا حکم آیا ہے اور اسکا طریقہ بھی بیان کر دیا گیا ہے اور یہی مسئلہ ہدایہ میں بیان کیا گیا ہے مگر جوناگڑھی اسے حدیث کے خلاف لکھتے ہیں (خیال فرمائیے کہ اللہ کے رسول رسولوں کے سرتاج ﷺ جس کام کو (حلالہ) حرام اور لعنت کا باعث کہیں حنفی مذہب اسے حلال کر دینے کا باعث کہتا' مختصر شمع محمدی'ص ۲۸) مسلمانو! غور کرو حلالہ کا حکم قرآن وحدیث بتا رہا مگر جوناگڑھی اسے مذہب حنفی کہہ کر حرام اور باعث لعنت بتا رہے ہیں ہم پوچھتے ہیں اہل حدیثو بتاؤ ہم نے اوپر جو آیت قرآنیہ تحریر کی اور بخاری ومسلم کی حدیث کا ذکر کیا وہ تمہارے نزدیک قرآن وحدیث ہے کہ نہیں اور اس سے حلالہ کا حکم مل رہا ہے کہ نہیں پھر بھی تم لوگ حلالہ کو حرام بتاتے ہو۔تو قرآن وحدیث کے تم منکر ہوئے یا مذہب حنفی۔

جوناگڑھی صاحب تو اہل حدیث ہیں انہوں نے جو حدیث نقل کی ہے

لعن رسول الله ﷺ المحلل والمحل له۔

اسکا مطلب ان کے ترجمہ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی پیش کردہ حدیث کا مطلب ہے کہ جو شخص اس شرط پر نکاح کرے کہ دخول کرتے ہی طلاق دے دیگا اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ مذہب حنفی کی کتاب ہدایہ میں بھی ایسے نکاح کو مکروہ لکھا ہے

واذا تزوجها بشرط التحليل فالنكاح مكروه۔

یعنی جب کوئی حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرے تو یہ نکاح مکروہ ہے لیکن جونا گڑھی صاحب کی آنکھیں ھدایہ کی اس عبارت کو نہ دیکھ سکیں پتہ چلا کہ حلالہ کے بارے میں ہدایہ کا مسئلہ قرآن وحدیث سے مزین ہے مگر جونا گڑھی نے صرف مذہب حنفی کو بدنام کرنے کیلئے فریب کا جال بچھایا ہے۔

تین طلاق کا مسئلہ

مذہب حنفی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بیک وقت یا ایک مجلس میں تین طلاق دیدے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور یہ مسئلہ ہدایہ میں مذکور ہے لیکن جونا گڑھی صاحب نے صحیح مسلم کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ ایک دفعہ یا ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں کیا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور حضرت ابو بکر کے زمانہ میں اور حضرت عمر کی خلافت کے تین سال کے زمانہ تک ایک ہی شمار ہوتی تھیں؟ آپ نے فرمایا ہاں پھر جونا گڑھی صاحب لکھتے ہیں کہ

"لیکن مذہب حنفی اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ فاذا فعل ذالك وقع الطلاق وكان عاصيا۔ یعنی اگر کسی شخص ایک ساتھ تین طلاقیں دیں تو وہ گنہگار ہے وہ طلاق واقع ہو جائے گی، پھر آگے لکھتے ہیں کہ بس حدیث میں تو تھا کہ ایسی تین طلاقیں ایک کردی جائیں گی اور حنفی مذہب میں ہے کہ وہ تین رہیں گی۔ (مختصر شمع محمدی، ص ۲۹)

ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیثو! ہم تمہاری نقل کردہ حدیث کو ضرور مانتے ہیں کہ سرکار کے زمانہ میں ایسا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں تین طلاقوں کو نافذ کردیا (جیسا کہ مسلم کی حدیث میں مذکور ہے) اور صحابہ کرام نے اسے تسلیم کرلیا تو مذہب حنفی نے بھی تین

تسلیم کرلیا تو کیا جرم کیا۔

حضور ﷺ نے تین طلاقوں کے نفاذ کا ثبوت

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں بھی تین طلاق کو ثابت مانا ہے جس کے متعلق ایک حدیث حلالہ کے مسئلہ میں گذر چکی ہے اسکے علاوہ بھی احادیث کریمہ ہیں جس سے ثابت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے تین طلاق کو تین تسلیم فرمایا ہے۔

قال عن الا سود عن عائشة قالت سئل رسول الله ﷺ عن رجل طلق امرأته يعنى ثلا فتزوجت زوجا غيره فدخل بها ثم طلقها قبل يوا قعها اتحل لزوجها الاول قالت قال النبى ﷺ لا تحل لاول حتىٰ تذوق عسيلته الا خر ويذوق عسيلتها۔ (ابو داؤد)

اسود کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں پس اس نے دوسرے خاوند سے نکاح کرلیا وہ اس کے پاس آیا پھر صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دیدی کیا عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہوگئی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پہلے کے لئے حلال نہیں ہوئی جب تک کہ وہ دوسرے کا ذائقہ نہ چکھ لے اور دوسرا اس کا ذائقہ نہ چکھ لے۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے تین طلاق کو تین تسلیم فرمایا ہے صحابہ کرام کے آثار سے بھی ثابت ہے کہ ایک دفعہ میں دی گئی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

عن واقع بن سحبان قال سئل عمران بن حصين عن رجل طلق

امرأته ثلاثافی مجلس قال اثم بربه و حرمت علیه امرأته (مصنف ابن ابی شیبه)

واقع بن سحبان بیان کرتے ہیں کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کوایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں؟ حضرت عمران بن حصین نے کہا اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اسکی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔

عن الزهری فی رجل طلق امراته ثلاثا جمیعا قال ان من فعل فقد عصیٰ ربه وباتت منه امرأته (مصنف ابن ابی شیبه)

زہری کہتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیدے اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اسکی بیوی اس سے علیحدہ ہوگئی۔

آثار صحابہ سے بھی بخوبی ظاہر ہے کہ تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ کیوں اہل حدیثو کیا ثابت نہ ہوا کہ حضور علیہ السلام اور آپکے صحابہ ایک طرف ہیں اور مذہب حنفی انہیں کے نقش قدم پر ہے مگر تمہاری جماعت حضور ﷺ اور جماعت صحابہ سے بغاوت کر کے علیحدہ ہوگئی ہے۔

؎ کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

وقت قربانی کا مسئلہ

مذہب حنفی میں قربانی کا وقت شہر والوں کیلئے نماز عید الاضحیٰ پڑھنے کے بعد اور دیہات

والوں کیلئے فجر کے بعد سے ہی قربانی جائز ہے کیوں کہ دیہات میں عیدین کی نماز واجب نہیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لا جمعة ولا تشريق الا فى مصر جا مع ۔

یعنی جمعہ اور تشریق صرف مصر جامع میں ہے۔(نصب الرایه)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ۔

لا جـمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا فى مصر جا مع (مصنف عبدالرزاق بیهقی)

یعنی جمعہ اور تشریق عید الفطر اور عید الاضحیٰ صرف مصر جامع میں ہے۔

مذکورہ حدیث شریف اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ نماز عیدین صرف شہر میں واجب ہیں دیہات میں نہیں اسی لئے مذہب حنفی کی کتاب ہدایہ میں مسئلہ لکھا گیا کہ۔

فا ما السواد فيذبحون بعد الفجر ۔

یعنی شہر کے آس پاس والے (دیہات کے لوگ) فجر کے ساتھ اپنی قربانیاں کر سکتے ہیں۔

جونا گڑھی صاحب نے جو بخاری کی حدیث وقت قربانی کے بارے میں نقل کی ہے ہمیں وہ حدیث تسلیم ہے کیوں کہ حضور علیہ السلام نے شہر مدینہ منورہ میں یہ حکم فرمایا تھا کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے اسے اس کی جگہ دوسری قربانی کرنی چاہیے اس فرمان کو مذہب حنفی شہر والوں کیلئے تسلیم کرتا ہے اور یہی حکم شہر والوں کو دیتا ہے کہ وہ نماز سے پہلے قربانی نہ

کریں۔ دیہاتی لوگ اس حکم سے نصب الرایہ والی حدیث کی رو سے مستثنیٰ ہوں گے۔ اب ہم مسلمانوں کے نزدیک حدیث وفقہ دونوں مقبول ہوں گے اور جونا گڑھی اور ان کی جماعت ہی مردود قرار دی جائے گی۔

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا مسئلہ

مذہب حنفی میں نماز جنازہ کے اندر قرآن مجید کی کسی آیت کو بطور تلاوت قرآن جائز نہیں البتہ قرآن مجید کسی آیت کو ثنا یا دعا کے طور پر پڑھا جا سکتا ہے مگر جونا گڑھی صاحب نے بخاری کی ایک حدیث نقل کی جس میں جنازہ پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ پڑھی اس حدیث کو لیکر حنفی مذہب کے مسئلے کو غلط ثابت کیا ہے اور طعنہ زنی کی ہے جب کہ کثیر آثار صحابہ وحدیث سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا منع ہے ذیل میں چند صحابہ کرام کے اقوال درج کرتا ہوں جس سے ظاہر ہو جاتا ہے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں ہے اور مذہب حنفی کا مسئلہ جو ہدایہ میں مذکور ہے درست ثابت ہوتا ہے۔

عن عمر و ابن شعیب عن ابیه عن جد ہ عن ثلاثین من اصحاب رسول الله ﷺ انهم لم یقومو اعلیٰ شئی فی امر الصلوٰۃ علیٰ الجناز ۃ (مصنف ابن ابی شیبه جلد ۳)

عمر بن شعیب نے اپنے باپ وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے تیس صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نماز جنازہ میں کسی معین چیز کے ساتھ قیام نہیں کیا۔

عن الشبعی قال فی التکبیر الا ولیٰ یبدأ بحمد الله والثناء علیه و

الثانية صلوٰة على النبی ﷺ والثالثة دعاء لميت والرابعة للتسليم (مصنف بن ابی شيبه جلد ۳)

شعبی کہتے ہیں کہ پہلی تکبیر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے دوسری تکبیر میں نبی ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے تیسری تکبیر میں میت کے لئے دعا کی جائے اور چوتھی تکبیر میں سلام پھیر دیا جائے۔

عن جابر قال ما باح لنا رسول الله ﷺ ولا ابوبکر ولا عمر فی الصلوٰة علی الميت بشئی (مصنف ابن ابی شبيه ، جلد ۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کسی چیز کے پڑھنے کو معین نہیں فرمایا۔

عن علی انه اذا صلی علی الميت يبدأ بحمد الله ويصلی علی النبی ﷺ ثم يقول اللهم اغفر لا حيائنا واموا تنا (الحدیث)(مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھتے تو اللہ کی حمد بیان کرتے پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتے پھر دعا کرتے۔ اللهم اغفر لا حيا ئناو اموا تنا۔

عن نافع ان ابن عمر کان لا يقرأ فی الصلوٰة علی الميت (مصنف ابن ابی شيبه جلد ۳)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔

عن ابی السنهال قال سئلت ابا العالية عن القرأة فی الصلوٰة علی

الـجـنـازة بفاتحة الكتاب فقال ما كنت احسب ان فاتحةا لكتاب تقرأ الا في صلوٰة فيها ركوع و سجود (مصنف ابن ابی شیبه جلد ۳)

ابوالمنہال کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا میرے گمان میں سورۂ فاتحہ صرف اس نماز میں پڑھی جاتی ہے جس میں رکوع اور سجدہ ہو۔

کیوں اہل حدیثو! کیا مذکورہ بالا اقوال سے مذہب حنفی کی کتاب ہدایہ کا مسئلہ برحق ثابت نہیں ہوتا ہے تم لوگ فاتحہ کے نام سے چڑھتے ہو فاتحہ کا نام سنتے ہی تمہیں بخار آجاتا ہے تو پھر نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے پر کیوں اصرار کرتے ہو جب کہ کثیر صحابہ کرام نماز جنازہ میں قرأت قرآن کو درست نہیں قرار دیتے ہیں۔

نماز جنازہ میں تکبیروں کا مسئلہ

احناف کے نزدیک نماز جنازہ چار تکبیروں سے پڑھنا ہے متعدد حدیثوں سے چار تکبیروں کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر جوناگڑھی صاحب نے مسلم شریف سے ایک حدیث نقل کی جس سے پانچ تکبیروں کا ثبوت ملتا ہے پہلے ہم اسی حدیث کو پیش کردیتے ہیں کیوں کہ اس سے مذہب حنفی کی تائید ہوتی ہے۔

عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال کان زید ابن ارقم یکبر علی جنائرنا اربعا وانه کبر علی جنازة خمسا فسالته فقال کان رسول الله ﷺ یکبر ها

یعنی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جنازے کی نماز چار تکبیروں سے پڑھاتے تھے ایک مرتبہ ایک جنازے پر انہوں نے پانچ تکبریں کہیں راوی نے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ نے بھی پانچ تکبیروں سے پڑھائی ہے۔

ہمیں بھی تسلیم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پانچ تکبیروں سے جنازہ پڑھایا اور پانچ ہی کیا چھ اور آٹھ تکبیروں سے بھی نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے۔ مسلم شریف کی اس حدیث پر غور کیا جائے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ چار تکبیروں کے ساتھ جنازہ پڑھاتے تھے کیوں جب کہ حضور ﷺ نے پانچ تکبیروں کے ساتھ پڑھائی، کیا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فعل رسول کے خلاف کرنے لگے تھے معاذ اللہ ہرگز نہیں حضور ﷺ نے پانچ، چھ اور آٹھ تکبیروں سے جنازہ کی نماز پڑھائی ہے لیکن اپنے آخری عہد میں چار تکبیروں سے پڑھانے لگے تھے اسی لئے حضرت زید ابن ارقم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بھی چار تکبیروں سے جنازہ پڑھانا شروع کر دیا تھا اور چار سے زیادہ تکبیروں کو ترک قرار دیا تھا۔ اب اسی چار تکبیروں کو مذہب حنفی نے بھی اپنا عمل بنایا اور مذہب حنفی کی کتاب ہدایہ میں لکھا گیا کہ "اگر کوئی امام پانچ تکبیر کہہ دے تو مقتدی پانچویں تکبیر کی اتباع نہ کریں"۔

اب ہم چند وہ احادیث کریمہ پیش کرتے ہیں جن سے چار تکبیروں کا ثبوت ملتا ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال نعی لنا رسول الله ﷺ النجاشی صاحب الحبشة فی اليوم الذی مات فيه فقال استغفروا لاخيكم قال ابن شهاب وحدثنی سعيد بن المسيب ان ابا هريرة قال رضی الله عنه حدثه ان رسول الله ﷺ صف بهم بالمصلی فكبر اربع تكبيرات

(مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اسکا انتقال ہوا تھا آپ نے فرمایا اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو ایک اور سند سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے عیدگاہ میں صف بنائی اور چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔

عن عبداللہ ابن عباس قال آخر ماکبر النبی ﷺ علیٰ الجنائز اربع تکبیرات وکبر عمر علیٰ ابی بکر اربعا وکبر ابن عمر علی عمر اربعاً وکبر الحسن ابن علی علیؓ اربعا وکبر الحسین ابن علی علی الحسن اربعا وکبرت الملا ئکة علی آدم اربعا (رواہ الحاکم فی المستد رک والدارقطنی)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری عہد میں جنازوں پر چار تکبیریں کہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں۔ اور حضرت ابن عمر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں اور حضرت حسن بن علی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں اور حضرت امام حسین نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں اور فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں۔

عن ابن عباس " قال اخر جنازة صلی علیھا رسول اللہ ﷺ کبر

علیہا اربعا (بیھقی فی سنن)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری جنازے کی نماز جو پڑھی اس میں چار تکبیر کہیں۔

کیوں اہل حدیثو! اب بھی مذہب حنفی کی کتاب ہدایہ پر طعنہ زنی کرو گے۔ جونا گڑھی صاحب لکھتے ہیں

"الحمد اللہ اہل حدیث کا سب حدیثوں پر عمل ہے وہ چار سے جائز مانتے ہیں اور پانچ کو فعل رسول سمجھ کر سر آنکھوں پر چڑھاتے ہیں۔

(مختصر شمع محمدی، ص ۳۱)

ہم پوچھتے ہیں اہل حدیثو! پانچ کو تم فعل رسول مانتے ہو تو چار کو کیا سمجھ کر جائز مانتے ہو کیا چار تکبیروں والی نماز جنازہ فعل رسول نہیں اگر وہ فعل رسول نہیں تو اعلان کرو معلوم ہوا کہ جونا گڑھی صاحب کا دعویٰ جھوٹا ہے کہ اہل حدیث سب حدیثوں کو مانتے ہیں۔

نماز قصر کا مسئلہ

احناف کے نزدیک حالت سفر میں چار رکعت والی نماز میں دو ہی رکعت فرض ہے اسی مسئلے کو مذہب حنفی کی کتاب ہدایہ میں لکھا گیا۔ فرض المسافر فی الرباعیة رکعتان لا یزید علیہا۔

یعنی مسافر پر چار رکعت والی نماز میں دو ہی فرض ہیں ان پر زیادتی نہ کرے۔ حنفی مذہب کا یہ مسئلہ متعدد احادیث کریمہ سے ثابت ہے بطور نمونہ چند احادیث پیش کر دیتا ہوں۔

عن عائشة رضی الله عنها زوج النبی ﷺ انها قالت فرضت الصلوٰة رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت صلوٰة السفر وزید فی صلوٰة الحضر (مسلم)رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سفر اور حضر میں نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی سفر میں نماز اپنے حال پر قائم رکھی گئی اور حضر میں زیادہ کر دی گئی۔

عن ابن عباس قال فرض الله الصلوٰة علیٰ لسان نبیکم فی الحضر اربعاً وفی السفر رکعتین وفی الخوف رکعة (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تمہارے نبی ﷺ کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے حضر میں چار، سفر میں دو، اور جہاد میں ایک رکعت فرض کی ہے۔

قال نا عیسی بن حفص ابن عاصم ابن عمر بن الخطاب عن ابیه قال صحبت ابن عمر فی طریق مکة قال فصلی لنا الظهر رکعتین ثم اقبل واقبلنا معه حتیٰ جاء رحله وجلس وجلسنا معه فحانت منه التفاته نحو حیث صلی فرائی ناساً قیاماً فقال ما یصنع هو لاء قلت یسبحون قال لو کنت مسبحا اتممت صلو تی یا ابن اخی انی صحبت رسول الله ﷺ فی السفر فلم یزدعلیٰ رکعتین حتی قبضه الله تعالیٰ وصحبت ابا بکر فلم یزد علی رکعتین حتیٰ قبضه الله تعالیٰ وصحبت عمر فلم یزد علیٰ رکعتین حتی قبضه الله تعالیٰ و صحبت عثمان فلم

يزد على ركعتين حتى قبضه الله وقد قال الله تعالىٰ لقد كان لكم فى رسول اسوة حسنة (مسلم)

حضرت حفص ابن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سفر مکہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا انہوں نے ہمیں دو رکعت ظہر پڑھائی پھر وہ اور ہم اپنی قیام گاہ پر آکر بیٹھ گئے اچانک حضرت عبداللہ ابن عمر نے دیکھا لوگ نماز پڑھ رہے ہیں پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں میں نے کہا یہ سنتیں پڑھ رہے ہیں کہا اگر میں سنتیں پڑھتا تو فرض نماز پوری (چار رکعت) پڑھ لیتا اے بھتیجے میں سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں آپ نے تا حیات سفر میں دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی۔ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہا ہوں آپ نے تا حیات سفر میں دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی، میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رہا انہوں نے بھی تا حیات (سفر) میں دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی، اور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رہا ہوں انہوں نے بھی (سفر) میں تا حیات دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

اب بتاؤ اہل حدیثو! تم اتنی حدیثوں کو کیوں نہیں مانتے کیوں مذکورہ احادیث کی مخالفت کرتے ہو اور مذہب حنفی نے مذکورہ احادیث کو اگر تسلیم کر لیا تو تم کیوں طعنہ زنی کرتے اور کہتے ہو کہ مذہب حنفی حدیث کو نہیں مانتا، تمہاری غیرت کہاں مر گئی ہے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا مسئلہ

احناف کے نزدیک نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا ہے یہی مسئلہ ہدایہ میں موجود

ہےاورحدیث پاک سے ثابت ہے

عن وائل بن حجر قال رأيت رسول الله ﷺ وضع يمينه علىٰ شما له تحت السرة (رواه ابن ابی شيبة بسند صحيح ورجاله ثقات)

حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔ (یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں صحیح اسناد سے نقل کی ہےاوراس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

عن ابی جحیفة عن علی رضی الله عنه قال ان من السنة فی الصلوٰة وضع الكف علی الكف تحت السره (دارقطنی). ابوجحیفہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔

عن النعمان ابن سعد عن علی انه كا ن يقول ان من سنة الصلوٰة وضع اليمين علىٰ الشمال تحت السرة (دارقطنی)

نعمان بن سعد سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ نماز میں سنت داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

کیوں اہل حدیثو ہم نے جو احادیث اوپر ذکر کی ہے وہ تمہارے نزدیک حدیث ہے کہ نہیں اگر حدیث ہے تو پھر ہدایہ کا مسئلہ حدیث کے مطابق ہوا کہ نہیں جس کو تم فقہ کہہ کر چھوڑنے کی بات کرتے ہو کیا حکم حدیث کو ترک کر دیا جائے جونا گڑھی صاحب نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی جو حدیث نقل کی ہے اسکے حدیث ہونے سے احناف کو انکار نہیں ہے لیکن

اس پر عمل نہیں یاد رہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جنہیں ہم نے طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔

آہستہ آمین کہنے کا مسئلہ

مذہب حنفی میں آمین آہستہ کہی جائے گی امام ہو یا مقتدی ہر ایک کیلئے حکم ہے کہ آمین آہستہ کہے ہدایہ میں یہی حکم مذکور ہے اور یہ حدیث شریف سے ثابت ہے لیکن جوتا گڑھی صاحب اسے حدیث کے مقابل فقہ بتا کر چھوڑنے کی بات کرتے ہیں ہم یہاں پر وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جن سے آمین کا آہستہ کہنا ثابت ہے۔

عن وائل ابن حجر انه صلی مع النبی ﷺ فلما بلغ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین واخفی بها صو ته (امام احمد ۔ ابو دائود طیالسی)

حضرت وائل ابن حجر نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جب حضور ﷺ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے آمین کہا اور آمین میں آواز کو آہستہ رکھی۔

عن الا مام الا عظم حدثنا حما د ابن ابی سلیمان عن ابراهیم النخعی قال اربع یخفیهن الا مام التعوذ و بسم الله الرحمن الرحیم و سبحا نك اللهم و آمین (مصنف عبدالرزاق)

امام اعظم ابوحنیفہ نے حماد ابن ابو سلیمان سے انہوں نے نخعی سے روایت کیا امام نخعی نے کہا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے۔

اعوذ باللہ، بسم الله ۔ سبحا نك الهم اور آمین ۔ عن ابی وائل قال لم

یکن عمر و علی رضی الله عنه یجهر ان بسم الله الرحمن الرحیم ولا بآمین۔

حضرت ابواوائل ابن حجر سے مروی ہے کہ حضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہما نہ تو بسم اللہ اونچی آواز سے کہتے تھے اور نہ آمین۔

کیوں اہل حدیثو مذکورہ حدیث وآثار سے کیا یہ ثابت نہیں ہورہا ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے پھر تمہیں مذکورہ حدیث وآثار سے کیوں بغض ہے۔

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کا مسئلہ

مذہب حنفی میں امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت کرنا منع ہے کیوں کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے اور یہی مسئلہ حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ میں مذکور ہے۔ ولا یقرأ المو تم خلف الا مام یعنی مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ یہ مسئلہ متعدد احادیث کریمہ و آثار صحابہ سے ثابت ہے لیکن جوناگڑھی صاحب اور اہل حدیث اس مسئلے کو خلاف حدیث بتاتے ہیں ذیل میں ہم چند احادیث وآثار صحابہ پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ کا مسئلہ اپنی جگہ حق اور احادیث وآثار سے مزین ہے۔

عن جابر بن عبدالله انصاری قال صلی رسول الله ﷺ بالناس فقرأ رجل خلفه فلما قضا الصلوٰة قال ایکم قرأ خلفی ثلاث مراة فقال رجل انا یا رسول الله ﷺ فقال من صلی خلف الامام فان قرأة الا مام له قرأة (رواه ابو محمد بخاری فی مسنده)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ایک آدمی نے آپ کے پیچھے قرأت کیا آپ نے نماز پوری کرنے کے بعد تین بار فرمایا تم میں سے کس نے میرے پیچھے قرأت کی ہے تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے قرأت کی ہے تو آپ نے فرمایا جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کیلئے کافی ہے۔

عن عبدالله بن عمر عن النبی ﷺ قال من کا ن له امام فقراة الا مام له قرأة۔(دارقطنی)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس مقتدی کی قرأت ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من کا ن له امام فقرأة الا مام له قرأة۔(دارقطنی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اسکی قرأت ہے۔

عن ابی موسیٰ قال قال رسول الله ﷺ انما جعل الامام لیو تم به فاذاکبر فکبرو واذا قرأ فانصتوا (مسلم ۔ ابوداؤد)

حضرت ابی موسیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے تا کہ تم اس کی اتباع کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم

خاموش رہو۔

عن امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی الله عنه قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجراً (مصنف عبدالرزاق)

امیرالمونین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا جو امام کے پیچھے قرأت کرے کاش اس کے منہ میں پتھر ہو۔

عن ابی جمرة قال قلت لا بن عباس اقرأ والا مام بین یدی فقال لا (طحاوی)

ابو جمرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امام میرے سامنے ہو تو کیا میں قرأت کروں تو انہوں نے فرمایا نہیں۔

کیوں اہل حدیثو اتنی حدیث و آثار صحابہ جان لینے کے بعد بھی ہدایہ کے مسئلہ کو خلاف حدیث بتاؤ گے کچھ تو شرم کرو اور حنفیوں پر جھوٹا الزام لگانے سے بعض آجاؤ۔

رفع یدین نہ کرنے کا مسئلہ

احناف کے نزدیک رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہے۔ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین مذہب حنفی میں منع ہے اور اسی مسئلے کو ھدایہ میں لکھا گیا ہے کہ۔ ولا یرفع یدیه الا فی التکبیر ة الاولیٰ۔ یعنی پہلی تکبیر کے سوا رفع یدین نہ کرے اس مسئلہ کے ثبوت میں صاحب ہدایہ نے ایک حدیث بھی تحریر کی ہے اسکے علاوہ اور

احادیث ہیں جس سے یہ مسئلہ ثابت ہے جونا گڑھی صاحب نے ہدایہ میں مذکور حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ہدایہ کے حاشئے میں موجود ہے قلت غریب اوراسکا ترجمہ کیا ہے یعنی یہ روایت ثابت نہیں غریب ہے'' حدیث غریب کا ترجمہ بتا رہا ہے کہ جونا گڑھی صاحب علم اصول حدیث میں جاہل مطلق تھے۔

ہدایہ میں مذکور حدیث کے علاوہ کچھ حدیثیں میں پیش کرتا ہوں جس سے ہدایہ کا مسئلہ روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے اور جونا گڑھی کا فریب بھی واضح ہو جاتا ہے۔

عن علقمة قال قال عبدالله بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰة رسول الله ﷺ قال فصلی فلم یر فع یدیه الا مرة (ابوداؤ د)

علقمہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ والی نماز نہ پڑھاؤں؟ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے نماز پڑھائی اور ایک دفعہ کے سوا اپنے ہاتھ نہ اٹھائے۔

عن البراء ابن عاذب قال کان النبی ﷺ اذاکبر لا فتتاح الصلوٰة رفع یدیه حتیٰ یکون ابھا ما ه قریب من شحمتی اذنیه ثم لا یعود (مصنف ابن ابی شیبه طحاوی)

حضرت براء ابن عاذب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرنے کیلئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تو آپ کے دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کے قریب ہو جاتے پھر دوبارہ نہ اٹھاتے۔ (طحاوی)

عن مجاهد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی

التکبیر ۃ الا ولیٰ من الصلوٰۃ (طحاوی)۔

مجاہد نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ نماز کے تکبیرا ولیٰ کے علاوہ اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھاتے تھے۔

عن عبداللہ ابن الزبیر انہ رائی رجلا یرفع ید یہ فی الصلوٰۃ عند الرکو ع وعند رفع راسہ من الرکو ع فقال لا تفعل فان ھذا شئی فعلہ رسول اللہ ﷺ ثم ترکہ (عینی شرح بخا ری)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا ہے تو آپ نے فرمایا ایسا نہ کر اس لئے کہ یہ ایسی چیز ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے کیا پھر اسکو چھوڑ دیا۔

کیوں اہل حدیثو کیا اب بھی رفع یدین نہ کرنے کا مسئلہ تمہاری سمجھ میں نہ آئے گا۔

نماز میں سورتوں کا مخصوص کرنا

مذہب حنفی میں نماز کے لئے قرآن کی سورت کو اس طرح مخصوص کرنا کہ اسکے علاوہ جائز نہ سمجھے یہ مکروہ ہے ہدایہ میں اسی کا ذکر ہے مگر جونا گڑھی صاحب نے مسلم شریف کی ایک حدیث نقل کی ہے جس سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ نماز جمعہ میں سورۃ جمعہ اور اذا جائك المنٰفقون پڑھتے تھے لیکن یہ ان کی سراسر غلط فہمی ہے اس لئے کہ حضور علیہ السلام سے مذکورہ سورتوں کے علاوہ سورتوں کا پڑھنا بھی ثابت چنانچہ ابو داؤد شریف کی روایت میں ہے۔

عن النعمان بن بشیر ان رسول اللہ ﷺ کا ن یقرأ العیدین ویوم

الجمعه بسبح اسم ربك الا علىٰ وهل اتاك حديث الغاشيه ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور سورہ ھل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھا کرتے تھے۔

اس حدیث کو امام مالک اور امام محمد نے موطاء میں روایت کیا ہے ایسے ہی نسائی اور ابن ماجہ میں روایت ہے۔

اب بتاؤ اہل حدیثو! حضور علیہ السلام کا نماز جمعہ میں سورت کا مخصوص کرنا کیسے ثابت ہوا جونا گڑھی صاحب کی قبر پر جا کر ضرور پوچھئے کہ انہوں نے دوسری حدیث کو چھپا کر کیوں مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے اور مذہب حنفی کی کتاب ہدایہ پر بے جا تنقیدیں کیوں کی ہیں۔ جونا گڑھی صاحب نے ہدایہ کی شرح فتح القدیر کا حوالہ دیا تھا کہ اس میں سورۂ جمعہ اور سورہ منافقون کا تقرر جمعہ میں مکروہ لکھا ہے مگر میں نے فتح القدیر باب الجمعہ میں بہت تلاش کیا مگر محرومی ہوئی ممکن ہے کسی اور جگہ پر لکھا ہوگا یا تو پھر جھوٹا الزام لگایا ہے اسی طرح رفع یدین نہ کرنے کے جواب میں بھی انہوں نے ایک حوالہ غلط لکھا تھا مگر میں نے اسے نظر انداز کیا ہے۔

خاتمۂ کتاب

جونا گڑھی صاحب کی کتاب مختصر شمع محمدی کے آخر میں صفی الرحمٰن مبارکپوری کی کتاب ''الرحیق المختوم'' سے ان کا ایک فتویٰ نقل کیا گیا ہے جس میں انہوں نے پر فریب گل افشانیاں کی ہیں اس پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے موصوف لکھتے ہیں۔

''دین کے نام پر ہم جس چیز کی پیروی کر سکتے ہیں وہ قرآن اور احادیث ہی ہیں اسکے علاوہ کوئی تیسری چیز ایسی نہیں ہے جس پر دین کے نام پر پیروی کی جاسکتی ہو''

(مختصر شمع محمدی ص ۳۶)

ہم کہتے ہیں یہاں پر بھی مسلمانوں کو گمراہ کیا گیا ہے اور حکم قرآن میں خیانت کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم (پ۵) یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں امر والے ہیں۔ اولی الامر میں ائمہ کا بھی شمار ہو سکتا ہے لیکن آیت قرآنیہ کے اس حصہ کو صفی الرحمٰن صاف حذف کر گئے اور آج کل اہل حدیث بھی آیت کریمہ کے اس حصہ کو چھپاتے ہیں اگر ائمہ کرام کو اولی الامر میں نہ شمار کیا جائے تب بھی یہ ثابت ہے اللہ جل جلالہ اور اسکے رسول ﷺ کے علاوہ کچھ لوگ ہیں جن کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا یہ کہنا تو بالکل جھوٹ ہے کہ جس چیز کی ہم پیروی کر سکتے ہیں وہ قرآن و حدیث ہی ہیں اسکے علاوہ کوئی تیسری چیز نہیں جس کی ہم پیروی کر سکتے ہوں۔ اگر اولی الامر میں ائمہ دین شامل نہیں ہیں تو ان کے شامل نہ ہونے کی قرآن و حدیث سے ثبوت پیش کرنا چاہیے۔

صفی الرحمٰن مبارکپوری کے فتوے میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ

ائمہ کے دور میں ساری احادیث اس طریقے سے اکٹھا نہیں ہو سکتی تھیں جس طریقہ سے ان کے بعد میں اکٹھی ہوئیں اور منقح کی گئیں، لہٰذا بہت سے مسائل میں ان ائمہ نے اجتہاد کیا اور بعد میں ثابت ہو گیا کہ ان مسائل میں احادیث موجود ہیں۔ (مختصر شمع محمدی ص ۳۷)

ہم پوچھتے ہیں اہل حدیثو! یہ بتاؤ کہ ائمہ کے دور میں احادیث کیوں اکٹھا نہیں ہو سکتی تھیں

کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پابندی لگادی گئی تھی جب کہ ائمہ کا دور عہد نبوی اور عہد صحابہ سے قریب تھا مثلا امام اعظم علیہ الرحمہ کی ولادت باختلاف روایت ۷۰ یا ۸۰ ہجری ہے اگر ائمہ کے دور میں احادیث اکٹھا نہیں ہوسکتی تھیں تو بعد میں کیسے اکٹھا ہوسکتی ہیں جب کہ وہ عہد نبوی اور عہد صحابہ سے دور کا عہد ہے۔ آج تک اہل سنت و جماعت کا مطالبہ ہے کہ وہ کون سے مسائل ہیں جن میں ائمہ کرام نے اجتہاد کیا مگر بعد میں انکے خلاف احادیث مل گئیں لیکن ایک مسئلہ بھی ثابت نہ کرسکے کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔

صفی الرحمٰن کے فتوے میں یہ بھی لکھا ہے کہ

"شریعت میں کسی بھی امام کی تقلید کے بارے میں نہیں کہا گیا

(مختصر شمع محمدی، ص ۳۹)

ہم کہتے ہیں کہ شریعت میں تقلید کو منع کہاں کیا گیا ہے یہی بتادو۔ صفی الرحمٰن کے فتوے میں یہ بھی مشورہ دیا گیا ہے کہ امت مسلمہ کے عام لوگوں کو اور علمائے کرام کو کسی خاص امام کی تخصیص کئے بغیر ان تمام کے قیمتی فتاویٰ سے مستفید ہونا چاہیے یہ تو امت مسلمہ کو مصیبت میں ڈالنا ہے جیسے کہ کسی چیز کے بارے میں جسکا ثبوت صراحتاً قرآن وحدیث سے نہ ہوا ہو اسکے متعلق چار فقہاء نے بذریعہ اجتہاد چار حکم صادر کیا اب ایک مسلمان ان چاروں پر کیسے عمل کرے گا وہ آدمی کس قدر الجھنوں کا شکار ہوگا اس لئے عافیت ایک ہی کی ماننے میں ہے۔

جوناگڑھی صاحب کی کتاب مختصر شمع محمدی میں لکھا گیا ہے کہ

"ایک ہاتھ میں قرآن لو اور دوسرے میں حدیث جب تیسرا ہاتھ پیدا ہوگا تب تیسری چیز بھی پیدا کرلینا اب تو صرف قرآن وحدیث بس ہے۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری نے بھی ایسا ہی لکھا کہ ہم جس چیز کی پیروی کرسکتے ہیں وہ قرآن وحدیث ہی ہیں اسکے علاوہ کوئی

تیسری چیز ایسی نہیں ہے جس پر دین کے نام پر پیروی کی جاسکتی ہو"

(مختصر شمع محمدی ص ۳۶)

لہٰذا ہم جماعت اہل حدیث سے چند سوالوں کے جوابات چاہتے ہیں جوابات صرف قرآن وحدیث سے ہی ہونا چاہے کسی تیسری چیز کو ہاتھ بھی نہ لگائیں اس لئے بقول جونا گڑھی قیاس میں تلخی ہے لہٰذا جوابات کو شیریں ہی رکھیں تلخ نہ ہونے دیں۔

☆☆☆

جماعت اہل حدیث سے چند سوالات

(۱) مروجہ انگریزی تاریخ، ماہ وسنہ کا استعمال جائز ہے یا ناجائز ہر دو صورت میں دلیل قرآن وحدیث سے بیان کریں۔؟

(۲) قرآن مجید پر اعراب (زبر، زیر، پیش) علامت تشدید، جزم، مد لگانا آپ لوگوں کے نزدیک واجب ہے یا مباح یا حرام ہر سہ امور کا جواب قرآن وحدیث سے پیش کریں۔؟

(۳) قرآن وحدیث کا اردو یا کسی اور زبان میں ترجمہ کرنا جائز ہے یا نہیں ہر صورت میں دلیل قرآن وحدیث سے بیان کریں۔؟

(۴) کسی کتاب کے سرورق پر گنبد خضرا کی تصویر چھاپنا جائز ہے یا ناجائز جو بھی ہو اس پر کوئی آیت قرآنیہ یا متن حدیث بیان کیجئے۔؟

(۵) دنیا کے بعض ممالک میں کئی کئی مہینہ سورج نہیں نکلتا ہے تو وہاں کے لوگوں پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے یا نہیں اور وہاں اوقات نماز کا تعین کیسے ہوگا ہر ایک مسئلہ پر قرآن وحدیث سے دلیل پیش کریں۔؟

(۶) چلتی ہوئی ٹرین اور ہوائی جہاز میں نماز جائز ہے یا نہیں جواز و عدم جواز پر قرآن وحدیث کی دلیل درکار ہے۔؟

(۷) سانپ بچھو، بندر، چھپکلی، گھروں میں رہنے والا مینڈک اگر کنویں میں گر کر مر جائیں تو کنواں پاک رہے گا یا ناپاک آیت قرآنیہ یا متن حدیث سے دلیل پیش کیجئے۔؟

(۸) بھینس کا گوشت کھانا جائز ہے یا ناجائز، بہردوصورت قرآن وحدیث سے ثبوت دیجئے۔؟

(۹) بیڑی، سگریٹ، حقہ پینے سے روزہ ٹو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں دلیل قرآن وحدیث سے بیان کریں۔

:

(۱۰) کاغذی نوٹ میں زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں ہر دو تقدیر پر دلیل قرآن وحدیث سے لائے۔؟

۱۱) کاغذی نوٹوں میں گھٹا بڑھا کر لین دین کرنا سود ہوگا یا نہیں دلیل قرآن وحدیث سے بیان کریں۔؟

جونا گڑھی صاحب نے مذہب حنفی کے جن تیس مسائل کو حدیث کے خلاف بتایا تھا بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم رسولہ الاعلیٰ میں نے ہر ایک کو حد۔ ۔ ۔ ث سے ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ پھر بھی اگر کہیں کوئی خامی رہ گئی ہو تو اسے میری کم علمی پر محمول کیا جائے مذہب حنفی کتاب وسنت سے مزین ہے ومبرھن ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول عام عطا فرمائے اور مسلمانوں کو صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین۔

☆☆☆

دعائے خیر و ایصال ثواب

اس کتاب کی طباعت میں حضرت حافظ و قاری محمد خالد مصباحی صاحب اور عالیجانب محمد ضمیر بھائی مالک گیلکسی ہوٹل نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے مرحوم والد کے ایصال ثواب کیلئے کتاب شائع کرایا۔ اللہ تعالیٰ حافظ وقاری محمد خالد رضا صاحب کے والد مرحوم محمد رفیع اللہ صاحب اور محمد ضمیر بھائی کے والد محمد بشیر الدین ولد امیر الدین صاحب کی مغفرت فرمائے ان کی قبروں میں رحمت و نور کی بارش برسائے اور مذکورہ مرحومین کی اولاد کو اللہ تعالیٰ صحت و سلامتی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور ان کے دلی مقاصد حسنہ کو پورا فرمائے۔ آمین۔

دعا گو : مظفر علی نوری

شرف انتساب

۱۔ سراج الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور

۲۔ قطب دکن محرم راز شریعت و حقیقت و معرفت سیدنا خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ عنہ

اور

۳۔ امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ والرضوان

اور

۴۔ بدر العلماء استاذی و مرشدی حضرت علامہ بدر الدین صاحب قادری و رضوی علیہ الرحمہ

کے نام

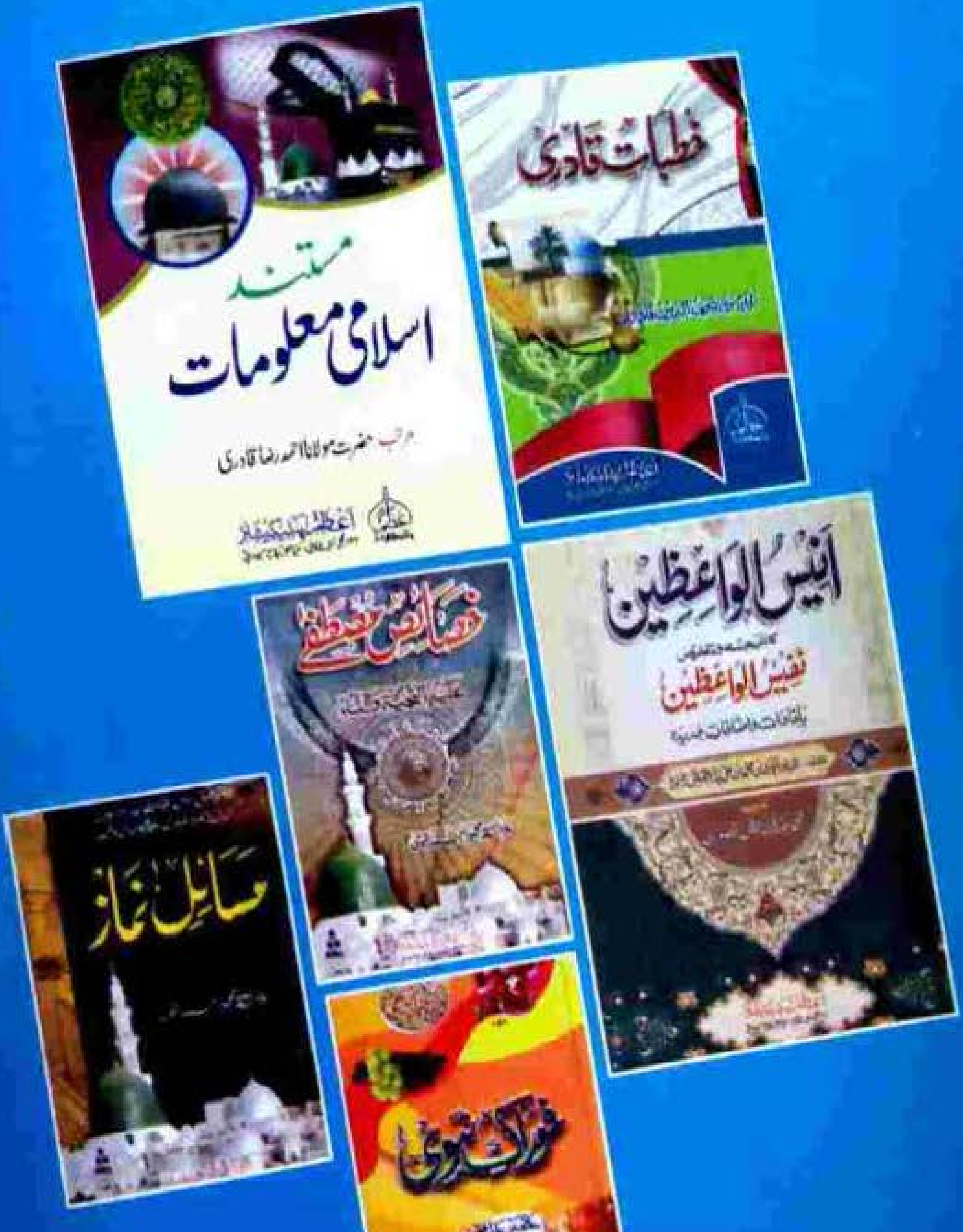

AZAM PUBLICATION
432, Gali Sarote Wali, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Mob:. 9250728875, 9718444323 E-mail:azampublisher@gmail.com

Distributer
BARKATI BOOK DEPOT
Imran Guest House, Behind Khaja Bazar, Roza
(Khurd), Gulbarga Mob:. 9945333045, 9739752587

Rs. 40/-